رنجور کاشمیری

صدائے کارواں

صدائے کاروان

سالِ طباعت واشاعت . . . مئی ۱۹۷۵ء

قیمت فی جلد . . . . ۳ روپے ۵۰ پیسے

کتابت . . . . اسد اللہ آتری مرغانیار

پریس

تعداد اشاعت پہلی بار ۱۰۰۰

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں

"ہمارا کشمیر نوبہار پبلی کیشنز"

بڈشاہ چوک سرینگر

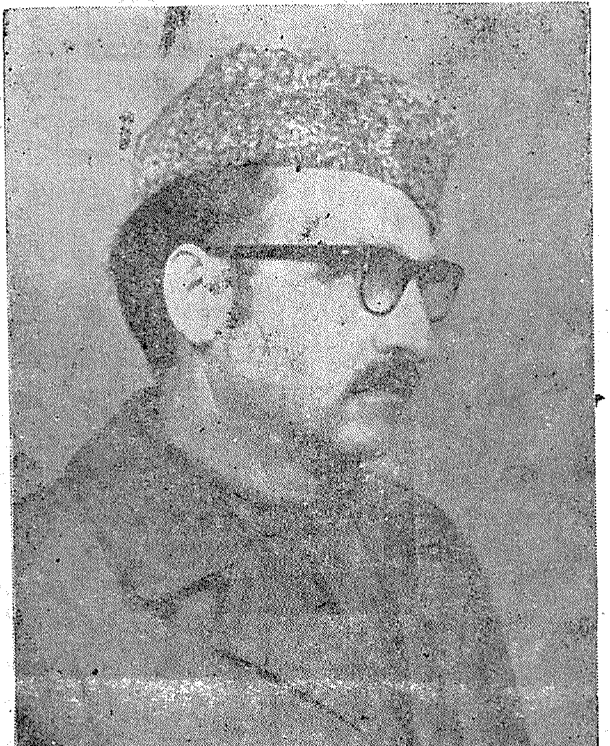

دشت و صحرا و کہستان ملکِ بے پایاں بلد بلد
وادیِ آباد و ویراں ایں بیاباں پرخطر
رنجور

فہرس

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۶	ندائے صحرا	۱-
۲۰	صدائے کاروان	۲-
۵۵	توڑ دو اِن سرحدوں کو	۳-
۶۰	شہیدانِ وطن سلام	۴-
۶۶	مصر دار السلام	۵-
۷۲	"چار پھول"	۶-
۷۹	ہم کشمیر کے عوام"	۷-
۱۳۲	رخصت اے جہانِ پیر	۸-
۱۵۵	فرصت کہاں	۹-
۱۵۶	کھیت کا محافظ کسان	۱۰-
۱۵۷	غدار	۱۱-
	مسیح کی وصیت	۱۲-
۱۵۹	میری سنو	۱۳-
۱۶۰	قہر اور عذاب	۱۴-

ندائے صحرا

سالارِ اعظم مجاهدینِ آزادیٔ فلسطین

ابو عمار یاسر عرفات

کے نام

ندائے صحرا

رنجور کاشمیری

میں رنجور ہوں
رنج و آلام و مصائب عالم
غم، فکر و تردّد
درد و رنجش کا نام
نامی ایک انسان
ایک شاعر ایک فلسفی
درد دل جنون عشق اور سیاسیات کا مریض
میرے حسین و جمیل وطن کے
دلفریب و دلکش مناظر
نشاط و شالیمار جیسے لالہ زار
اور قدرتی آبشار
حُسن فراوان کے بے مثال نظارے
میرے لئے کیف ہیں
جو میرے درد کی دوا نہیں
میری دیوانہ وار فکر کو مرعوب نہیں

فکر جو میری پریشان ہے
روئے زمین کے کونوں کونوں میں
یہاں، وہاں اور جہاں بھی

آدم کی بے بسی اور ابلیس کی شرارتیں ہیں
سفید شیطان، مکار سامراج کی چالبازیاں
اور جعلسازیاں
جنہیں مختلف سمتوں میں
مختلف رنگ و روپ کی اشکال میں
دیکھے ہیں نے آنکھ کھلتے ہی
انسان کی اسی دھرتی پر
کبھی فرنگی سوداگروں کی
ہوس رانیوں کی آماجگاہیں
نو آبادیات
کبھی نازی بربریت
اور ہٹلری فاشزم کی درندگی
قتل، غارت گری، آتشزنی
اور ہولناک تباہی کی
ایک عالمگیر لیپ اور خونین جنگ

جس نے طاقتوں کے
توازن بدل دئیے
جس کے ساتھ ہی
جمیلہ بوپاشا کے وطن الجیریا میں
فرانسیسی سامراج کے خلاف
جہاد کا نعرۂ مستانہ گونج اٹھا
اور ایک مدّت کے بعد
ہزاروں شہیدانِ جہاد کی رواں لہو میں
فرانسیسی راج کی کشتی ڈوب گئی
الجیریا آزاد ہوا
پھر ہم تم اور سب کو
معلوم ہے اور یاد ہے — کہ کل تک
ویت نام کی سرزمین پہ
گولہ، بارود، آگ اور زہریلے بموں کی
کتنی بارشیں برسائی گئیں
کہ گلستان راکھ ہوئے
اور دیکھو
لاکھوں ویتنامی محبانِ وطن کی حبّ الوطنی
جہاد، سرفروشی، جانبازی اور عزمِ صمیم

شہادت کی لاثانی مثال
کہ جس کے سامنے جھک گیا
سرِ بفلک چچا سام
اور بھاگ کھڑا ہوا۔
جس نے بھاگتے بھاگتے ہی شبخون مارا جلی میں
آج کی دنیا کا سب سے بڑا جادوگر
سفید شیطان، زرد ملعون امریکی سامراج
ہاں وہی
جو اسرائیلی جارحیت، توسیع پسندی، صیہونیت
اور نسل پرستی کے پیچھے
پیٹھ ٹھونک رہا ہے — اپنے مقاصد کے لئے
عرب اتحاد کو توڑنے
اور عربوں کی دولت کو — لوٹنے کے لئے
جس نے سازشوں کو اپنی طرف موڑا
اسی نے خزینۂ تاریخ فلسطین کو توڑا
"ارضِ فلسطین" — جس کی مقدس زمین
عزت و احترام کی عظمت
ابدی ہے اور جاودانی ہے
ارضِ فلسطین — جو تاریخی سمبولزم کا

فرقہ وارانہ رواداری کا
ایک عالمی سنگم تھا۔

چار پہاڑی ٹیلوں پر آباد
فلسطین کی راجدھانی
"بیت المقدس" جہاں کلیمیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے
کعبہ کی حیثیت کی ایک مشترکہ عبادتگاہ ۔ خدا کا گھر
"مسجدِ اقصیٰ" اور ان گنت مشترکہ تمدنی میراث
عظیم ورثہ جات اور مقاماتِ مقدسہ
جن کی عظمت و حرمت
عرب تہذیب کی عظیم و قدیم ترین
روحانی بنیاد ہے
اور "بیت المقدس" کے بعد
بیت المقدس سے چھتیس کلو میٹر دور
"الخلیل" ابراہیم علیہ السلام کا مسکن
ایک قدیم ترین شہر
جہاں مسجد اقصیٰ کے بعد
"حرم ابراہیمی" موجود ہے
جہاں کی پاک اور مقدس خاک پر

یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے
یعنی تمام عبریوں کے جدِ امجد
خود ابراہیمؑ خلیل اللہ کے
مزارِ مقدس کے ساتھ
خلیلِ خدا کی زوجہ سارہ
ان کے فرزند حضرت اسحاقؑ
ان کے پوتے یعقوبؑ اسرائیل اللہ
یعقوب کی بیوی لیا
اور حضرت یوسفؑ صدیق کے
مزارات بابرکات موجود ہیں
جن کے قدر و احترام نے
"الخلیل" شہر کی عظمت کو
ایک عالمی زیارت گاہ کا تقدس عطا کیا ہوا ہے
"بیت لحم" تاریخوں کی ایک اور سرزمین
جہاں عرب شجاعت کے کچھ پیکر و مجاہدین
ابدی نیند سوئے ہوئے ہیں
جہاں کئی پرانے جارح اور غاصب بھی
زیرِ خاک دبے ہوئے ہیں
جہاں متعدد تاریخی مقامات ہیں
وہ مقام بھی جہاں پر مسیح عیسیٰ نے آنکھ کھولی

وہ مقام بھی جہاں پر انہیں عرفان عطا ہوا۔
وہ مقام بھی ہے جہاں سے مسیح نے بیت لحم کی روشنی دیکھی
اور وہ مقام بھی جہاں پر انہیں تسخیر زنبولن سے خدا کی
پہلی سے انہوں نے
بیت المقدس کی گھاٹیوں کو پہلی بار دیکھا تھا
"بیت لحم" جو آج بھی ایک مقدس عالمی شہر ہے
"عظیم نابلس" ایک چار ہزار سالہ تاریخی شہر
جہاں خلیل اللہ اور یعقوب علیہ السلام بھی ٹھہرے تھے
ایک زمانہ میں۔ جسے صلیبیوں اور تاتاریوں نے بھی
اپنی غارت گری کا نشانہ بنایا تھا
مگر آخرش ان کا کیا انجام ہوا؟
وہی آج کی اسرائیلی جارحیت کا
انکی نسل پرستی اور صیہونیت کا
آخری حشر اور لازمی مقدر ہوگا
جن اسرائیلی قاتلوں نے
"دیر یاسین" میں قتلِ عام کے جلسے
لاتعداد واقعات اور جارحانہ بربریت سے
لاکھوں فرزندان و دخترانِ فلسطین کو
اپنے مقدس آبائی وطن سے

بے وطن بنا دیا

جو شام اور لبنان کی طرف ہجرت کر کے
مہاجرین کیمپوں میں غریب الوطن ہیں
ستمگر دیکھو
کتنا بے شرم اور بدبخت ہے ۔ یہ امریکی سام
جس نے لبنانی کیمپوں میں بھی
عرب مہاجرین کو بیٹھنے نہ دیا
سازشیں کیں، اشتعال دلایا
خانہ جنگی برپا کرا دی
اپنوں کو اپنوں سے لڑا کر
جنگ چھیڑی
جس میں کمانڈر احمد الخطیب کی کمان
اور کمال جنبلاط کی قومی تحریک نے
ایمان و انصاف کی وراثت کی
"الفتح" "آزادیٔ فلسطین کے
مجاہدین کا معرکہ
جس کا آغاز العاصفہ کے جانبازوں نے کیا
آج سے آٹھ سال پہلے ۔ نوروزِ عالم کے دن
"معرکہ کرامہ" کا دروازہ کھولا۔

جب فرزندان ارضِ فلسطین نے
دشمن کو للکارا
جب سے جانبازی و سرفروشی کو حرارت ملی
اور شہادت کا سلسلہ شروع ہوا
جو قوموں کی آزادی و بہادری کا
شرطِ اول اور ایمان و ضمیر و غیرت کا
ایک بنیادی امتحان ہوتا ہے
جب قسطل کے محاذ پر
عبدالقادر الحسینی شہید ہوئے
یا کرامہؔ عرفات کی زبان میں
دنیا کے دوسرے لینن گراڈ کے محاذ پر
اور مختلف سمتوں کے مختلف مورچوں پر
خونِ شہیداں بہہ نکلا
عرفات کا ساتھی قنفودی
قنفودی کے تمام سرفروش ساتھی
رؤف ، ابوالمنصور اور ابو شریف
کمانڈر ابو امیہ اور ان کے سب ساتھی
انقلابی ہیرو گیورا ، کمانڈر کمال عدوان
محمد یوسف النجار ۔ ایک سیاسی مدبر

کمال ناصر ایک شاعر اور ادیب
ہانی جوہریہ ایک فلم ساز فوٹو گرافر
مجاہد رشاد محمد عبد الحافظ جیسے
کتنے اور ان گنت شہیدوں نے اپنا لہو بہا دیا
سترہ سالہ لیلیٰ حسن قبیق
اور علیا عفانہ جیسے ہزاروں معصومان پاک کے
مقدس خون نے ارض وطن کو گلنار بنا دیا
اور معرکۂ انقلاب فلسطین کے
شہیدان وطن کا قافلہ چل نکلا
کفن بردوش مجاہدان ارض فلسطین کا
کارواں آگے بڑھ رہا ہے
جس کی پشت پر فتح و نصرت کی ضامن
ایک عظیم اور شاندار تاریخ ہے
جس قافلہ فدائین کے نغمہ خوان
میرے عزیز شوریدہ شاعر محمود درویش
جسے اپنے زیتون اور لیموں کے درختوں سے
ناگ پھنی کے پودوں، عنتر علبس کی کہانیوں سے
اور عربی الفاظ کے ساتھ
ایک گہرا اور لافانی پیار ہے

جس کے اعلان ہیں
شورش ہے، تلاطم ہے اور طوفان ہے
زلزلے، شعلے، غصہ اور انقلاب ہے
جس قافلۂ مجاہدین فلسطین کے ساتھ
مقبوضہ اسرائیلی۔ ناصرہ کے میئر
توفیق زیادہ
ایک تمہارا ہی شاعر اور ادیب ہم آواز ہے
جس نے کل ہی کہا ہے کہ

ناممکن ہے
فدائین کے غیظ و غضب کو روکنا

جو پھیل گئے ہیں ہزاروں کی تعداد میں
لدہ میں، رملہ میں اور گلیلی میں
ادھر اور اُدھر یہاں اور وہاں
سلام اے قافلۂ الفتح
کہ تمہاری فتح میں
اسرائیلی جیل کے آہنی سلاخوں کے پیچھے بھی
میرے ہمعصر میرے ہمنوا
سمیح القاسم کے دل کی دھڑکنیں
آتش بجاں تو آتش فشاں ہیں

اور تمہاری فتح میں
روئے زمین کے تمام انصاف پسند
عالمی امن قوتیں
سوویت یونین اور پوری سوشلسٹ دنیا
بلادِ ہند کی ترقی پسند اور امن قوتیں
کوشاں اور خواہاں ہیں
"دیارِ کشمیر" سے
میں اور میرے تمام ہموطن
سب تمہارے ساتھ ہیں
کہو تو فدائین الفتح میں
شامل ہو جائیں
اور اپنا گرم گرم لہو بھی بہائیں
تمہارے اصلی دشمن گھمنڈی سام
اور اس کے مغرور پٹھو
صیہونی نسل پرستوں کو
تمہارے ہی جبل النار میں راکھ بنائیں
سنو! اپنے مشرقِ قریب کے

دامانِ جبلُ الہمالیہ سے
یہ شرقی پیغام بھی
سنو اور کان لگاؤ
اس کوہستانی آواز پر
جو نئی صبح کے آغاز کی بشارت ہے
اک نئے ستارۂ صبح کی آواز
"ندائے صحرا"
جس کے پیچھے
کائنات کی سب سے عظیم طاقت
زمزمہ خواں، نغمہ سرا اور ترانہ ریز ہے

مئی سنہ ۱۹۷۶ء

صدائے کاروان

اُن کے نام

جو دائمی امن، حقیقی آزادی، سچی جمہوریت
اور اہلِ عالم کی سلامتی کیلئے خضرِ راہ کی طرح
محوِ جستجو، جہدِ پیہم ہیں

صدائے کارواں

عالمی امن کانگرس ۲۵ تا ۳۱ اکتوبر ۱۹۷۳ء منعقدہ
ماسکو میں لکھی گئی نظم :-

سلامت رہو
اہلِ عالم کی سلامتی چاہنے والو
امن کے رہبرو، امن کے مجاہدو
امن ہمارا کلمہ ہے۔
امن ہمارا نعرہ ہے
جو گونج رہا ہے پھر یہاں
امن صدائے کارواں
امن جو سرچشمۂ حیات و نجات ہے
امن جو میری آج کی نظم کا عنوان ہے
امن جو انصاف و انسانیت کا نیا ترانہ ہے
نغمۂ جاں فزا ایک حسین و جمیل گیت
جو گیت یہاں اور اسی سرزمین پر
ارضِ سوویت سے

امن کے اولین پیغامبرِ عظیم لینن کے
دُر فشاں ہونٹوں سے چھوٹ پڑا
اور گونج اٹھا
ارضِ سوویت کے
ہر گلستاں میں ہر چمن میں
وادی و صحرا، دشت و کہسار و بیابان میں
لالہ و گُل کی زباں بنکر نشیب و فراز کی دنیا میں
امن کے حسین گیت
نئے ساز پہ نئے انداز میں
ہزاروں زمزموں کی لَے میں
نغمہ سرا ہوئے
کہ جس سے نوعِ انسانیت کی آنکھ کھل گئی
اور مظلوم و محکوم انسانیت چونک اٹھی
دو قدم آگے بڑھی
پھر سے سنبھل کر
محوِ تلاشِ منزل و مقام ہوئی
محوِ تلاشِ بقائے دوام ہوئی

ہاں پھر سے مقدس روحیں
امن امن کی کلمہ خواں ہوئیں
کلیم و مسیحا، اوتار و پیامبر کی
روٹھی ہوئی روحیں
ایک بار پھر
امن کے نغمۂ شیریں سے ترانہ ریز ہوئیں
خدا خوش ہوا
اور کہہ اُٹھا
زندہ باد اے پیکرِ خاکی زندہ باد
ہاں اٹھو پھر اور بھی آگے بڑھو

○

مگر بد بخت ابلیس کانپ اٹھا
جب امن کے نعرۂ مستانہ سے
انسان کی دھرتی گونجنے لگی
اور اک نئی دنیا کا آغاز ہوا
امن و امان کی دنیا کا آغاز
انصاف و انسانیت کی دنیا کا آغاز

اک شادمان و مسرت بخش زندگی کا آغاز
یعنی سوشلسٹ دنیا کا ظہور ہوا

جب زرد شیطان رو پڑا
کہ جس نے
حق و صداقت اور امن کے
جہاد و تبلیغ کی راہوں میں
گرد و غبار اٹھا کر دھول جھونکی
اور اندھیری مچادی
پھر خونخوار جنگوں کے روپ میں
سینہ تان کر نمودار ہوا۔
کہ جس کے درندہ خصلت
فاشسٹ چیلوں نے
تاریخ کی بدترین ہٹلری جنگ میں
کروڑوں فرزندانِ آدم کو
خاک و خون کی ہولی میں

حوا اور مریم کو پھر سے رُلایا
جس نے
کوریا میں جنگ کی آگ بھڑکا کر
کوریائی قوم کو شمال و جنوب کے حصوں میں
بانٹ دیا
اور جس نے
ویت نام کی عظیم دھرتی پر
ایک طویل مدت کی عظیم جنگ چھیڑ کر
اس حسین سرزمین کے سبزہ زاروں پر
آگ اور بارود کی بارشیں برسائیں
جس سے قدرت کے حسین و دلفریب مناظر
کھنڈرات ہوئے
مہلک اور خوفناک ہتھیاروں سے
ہولناک تباہی اور بربادی پھیلائی گئی
لاکھوں معصوم اور بے گناہ انسانوں کے
خون کی ندیاں بہائی گئیں
مگر مجاہدین آزادی ویت نام
کے حوصلے بلند رہے!!

برد آزما ثابت ہوئے
جنہیں ساری دنیا سے
دُنیا کے امن پسندوں سے
خراجِ تحسین ملا
دادِ شجاعت ملی
اور آخرش
بہادر مجاہدینِ آزادی ویت نام
سرخرو ہوکر کامیاب کامران ہوئے
اور شیطان تھک کر نیچے بیٹھ گیا
ہار کر شرم کے پسینوں میں شرابور رہا۔
اور میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا
انسان نے اطمینان کا سانس لیا
اور امن و امان کا زمزمہ خوان ہوا

مگر کتنا بے شرم ہے یہ بوڑھا ابلیس
مرتد اور لعین سامراج
جنگ باز شیطان بوڑھا جادوگر

معمر سام عفو عفو
کہ جس نے
روزِ روشن میں کل ہی دوپہر کے وقت
ویت نام سے بہت دور لاطینی امریکہ میں
پبلو نرودا کے وطن چلی پر
اپنے خونین پنجے جماکر
چلی کے جمہوری تخت کو اُلٹ دیا
اور دوست ایلانڈے کو قتل کیا
انسانیت کے ہزاروں بہی خواہوں
امن پسندوں اور محبِّ وطنوں کا قتلِ عام کیا
اور جس نے چلی کے "ہیرو"
آتش زبان و آتش بیان شاعرِ اعظم
پبلو نرودا کو دبوچ لیا
اور ہمیشہ کے لئے خاموش کرا دیا
○
اتنا ہی نہیں وہ دیکھو
جو آج ہی صبح کو

بوڑھے ابلیس نے
اسرائیل کو پھر سے بھڑکایا
کہ جس نے
اپنے دہشت ناک سینگ کھڑا کر کے
عرب اقوام کو للکارا
کہ جس کے عینِ ثبوت ہیں
وہ "گولان" "سینائی" کے
ہولناک اور خونریز معرکے
حق و باطل کی ہر لڑائی میں
جنگیار شیطان کی شرارتیں
لاکھوں بے خانماں عرب مہاجروں کی
بے بسی اور خانہ بدوشی
مقاماتِ مقدسہ پر بے جا تصرّف
"گولان" "فلسطین" اور "سینائی" پر ناجائز دعویٰ
عرب سرزمین پر جارحیت اور ناجائز قبضہ
بوڑھے سام کی شرارتیں
جنگیار شیطان کی سینہ زوری

سراسر بے ایمانی ہے اور بے شرمی
جو عرب دنیا کے لئے ایک چیلنج ہے
جہاں ابلیس کی پیٹھ کا ایندھن ہے

○

کہہ دو دنیائے عرب کے
سر پھرے غیور اور بہادر مردوں کو
کہ ایک ہو جائیں
اور پھر سے پائیں
عہدِ رفتہ کی کھوئی ہوئی عظمتوں کو
اور آج کے نئے دور میں
آج کے نئے انداز سے
نئی انسانیت کے ساز پر
اپنا ساز اور اپنی آواز ملائیں

○

قافلۂ امن کے پاسبان
اہلِ عالم کی سلامتی چاہنے والو

کہہ دو
شیطان سام کے آلۂ کار اسرائیل کو
کہ شرارت نہ کرے اور جنگی جنون چھوڑ دے
اور خدا کے پیغمبر یعقوبؑ اسرائیل کو
بدنام نہ کرے
اور ہاں یعقوب اسرائیل کے نام لیوا
اپنے لئے فرشتۂ اجل عزرائیل نہ بنیں
تو مقبوضہ عرب سرزمین کو چھوڑ دیں
صحرائے سینائی، گولان اور فلسطین کو
فوراً خالی کریں
اور مجاہدین عرفات کے غیض و غضب کے
شکار نہ بنیں
بلکہ امن کے جھنڈے کے سایہ میں
بقائے دوام کی راہ تلاش کریں

○

تلاشِ جستجوئے امن و سلامتی کا
یہ عظیم اجتماع

کہ جس میں پوری دنیائے انسانیت سے
افریقہ ایشیا، یوروپ اور امریکہ کے
تمام براعظموں کے نقیب انسانیت
مجاہدانِ انصاف و ایمان
علمبردارانِ امن و سلامتی
اہلِ حکمت، اہلِ علم اور اہلِ دانش
سخنورانِ جہاں، شعرائے شہرہ آفاق
مدبّرانِ سیاسیات عالم
عظیم لینن کے وطن میں
ارضِ سوویت پر
خیمہ زن ہوکر پوری انسانی کائنات کیلئے
امن و سلامتی کی جستجو میں
مصروفِ عمل اور محوِ تدبیر ہیں
تاکہ جنگ و جدل کی صورتوں کو
امن و آشتی کی حالتوں میں
بدل دیا جائے
اور جنگباز شیطان کی تمام راہیں

کاٹ دی جائیں

قافلۂ امن کا یہ جوش و خروش
یہ ولولہ یہ آب و تاب، عزم صمیم
نئی زندگی کی جوان علامت ہے
خوشحال اور پُر امن دنیا کی ضمانت
یہ سماں، یہ جہاں، یہ زمیں، یہ زماں
مجاہدانِ امن کا یہ قافلہ یہ کارواں
یہ ارضِ سوویت کے قافلۂ علم کے رہرواں
جہانِ نوعروجِ نورِ صبح کے یہ رازداں
اُس نئی زندگی کی جوان علامت ہے
حیاتِ جہانِ نو کی مستند ضمانت
کہ جس میں لفظ شیطان و ابلیس
جنگ اور جنگباز کا نام و نمود بھی نہ ہو
بدی اور لالچ کا شائبہ تک نہ ہو
یہی اس کاروانِ امن کا مدعا ہے
یہی صدائے کارواں"

ماسکو، ۷ر اکتوبر ۷۳ء

رخصت اے جہان پیر

نفس باد صبا مشک فشان خواهد شد
عالم پیر دگرباره جوان خواهد شد

حافظ شیرازی

رخصت اے جہانِ پیر

رخصت ہو اے جہانِ پیر
رخصت ہو
ہم تجھے رخصت دے رہے ہیں
دے رہے ہیں
اور الوداع کہہ رہے ہیں
تم نے اپنا سفر پورا کیا
اور اب تم بوڑھا ہو گیا
اسلئے اب تم رخصت ہو جا
اور جا کے کہیں آرام کی نیند سو جا
ہو جا اور اب ہم سے رخصت ہو جا
اور اپنی فرسودہ زندگی کو اپنے ساتھ لے جا
تمام خس و خاشاک کو اپنے ساتھ لے جا
یعنی جو تیرے گنہگار ہیں
میری نظروں میں خطا کار
بدکار اور بدروزگار

فرسودہ خیالوں کے پرستار
فرسودہ ضمیر
جہانِ پیر کے پیرانِ کہن
طرزِ کہن کے طرفدار
خیالی دیوتاؤں کو پوجنے والے
بتوں اور بھوتوں کو پوجنے والے
وہم و توہمات کے پرستار
رجعت و بدعات کے پیروکار
ظلم و جہالت میں پڑے رہنے والے
کفر و ذلت میں پڑے رہنے والے
جن میں جرأت نہیں ایمان نہیں
جنہیں حق و باطل کی پہچان نہیں
جنہیں غیرت اور ہمت نہیں
جنہیں محبت نہیں اور شفقت نہیں
کہ جن کے دلوں میں حسد اور عداوت ہے
اور جن کے دلوں میں بغض اور نفرت ہے
جن میں سچائی اور نیکیوں کے کچھ آثار نہیں

جن میں صداقت کیلئے کچھ طاقتِ گفتار نہیں
جن میں نجات پانے کے لئے کچھ طاقتِ رفتار نہیں
کہ جن میں خلوص اور ایثار نہیں
جو انسانی دنیا میں اصلاً شیطان ہیں
انسانی شکل میں بدتر از حیوان ہیں
دائرہ انسانیت سے دُور
مشعلِ انسانیت سے بے نُور
جو بزدل ہیں کاہل ہیں اور ناتوان
نہیں وہ ہندو ہیں اور نہیں یہ مسلمان
مکروفریب اور دھوکہ بازیوں کے حامی
جھوٹ لالچ اور حیلہ بازیوں کے حامی
ریاکاریوں اور جعلسازیوں کے حامی
قبیح عادتوں کے پابند
دیرینہ رسموں کے عادی
امراضِ کہن کے مریض
مبتلائے نصیب و تقدیر
کہ جن سے سنبھلنے کی کچھ امید ہی نہیں

کہ جن سے سُدھرنے کی کچھ توقع ہی نہیں
کہ جن سے بھرے پڑے ہیں ترے میدان و کوہسار
جو تیرے تھکے ماندے کندھوں پر ایک گرانبار ہیں
کہ جنہوں نے خدا کی پاک دھرتی پر
اپنی ناپاک بستیاں بسائی ہیں
کہ جنہوں نے اپنے لئے اپنے ساتھ ہی
کتنے ہی آلام و مصائب لائی ہیں
جن کے لئے رحمت کے تمام دروازے
بند پڑے ہیں
جن کے لئے قدرت کی حیران کُن تبدیلیاں
منتظر کھڑی ہیں
اور جن کی فصلوں کے لئے برسات کی
اب نئیاں بارشیں نہیں آئینگی
ہاں آئینگی خوفناک اور زوردار بارشیں
خلاف عادات اور خلاف اوقات
کہ جن کی کھیتوں کے لئے دریا اور نہر ہیں

پانی نہیں بھیجیں گے
ہاں بھیجیں گے سیلاب اور طوفان
جن کے کھانے کے لئے درخت اور پودے
پھل اور میوے نہیں دیں گے
ہاں دیں گے تو پھیکے اور بعض
میٹھے پانیوں کو بد کر دیں گے
چشمے۔ ہاں ان کے پینے کے لئے
نہیں کھلیں گے پھول ان کے باغوں میں
ان کے لئے
نہیں پھولوں میں خوشبو ہو گی
ان کے لئے
نہیں آئینگی بہاریں ان کے سبزہ زاروں میں
ان کے لئے نہیں آئیں گی
گائیں دودھ نہیں دینگی ان کے لئے
نہیں دینگی
اور نہیں بڑھیں گی تعداد میں
ان کے جانوروں کی۔ ان کے لئے

زمین اپنے دفینہ خزانوں کو نہیں کھولیگی
ان کے لئے نہیں کھولے گی
دعاؤں میں نہیں تاثیر ان کے لیے
نعمتوں میں لذت اور قوت نہیں
ان کے لیے
جن انسانیت سے بھٹکے ہوئے ان ہی لوگوں میں
اخوت کے بھولے ہوئے ان ہی انسانوں میں
یکسانیت سے بچھڑے ہوئے ان ہی مسافروں میں
ہم نے بہت وقت تک تبلیغ کیا
ہمارے ساتھیوں نے پرچار کیا
انصاف و امداد کے لیے
اتفاق و اتحاد کے لئے
عدل اور انصاف کے لئے
دائمی امن اور حقیقی آزادی کے لئے
تمام بدیوں اور برائیوں سے نجات پانے کیلئے
اخلاقی گراوٹوں اور خرابیوں سے نجات پانے کیلئے
تمام گمراہیوں اور گمراہیوں سے نجات پانے کے لئے

اک نیا انقلاب لانے کے لیے
اک نئی انسانیت بنانے کے لیے
اک نیا عالم بدلنے کے لیے
جن نے اور میرے ساتھیوں نے
پرزور اور پرجوش تحریکیں چلائیں
مجلسیں سجائیں، محفلیں اور میٹنگیں بلائیں
تقریریں کیں اور حیات آفریں تحریریں سنائیں
مگر تیری گنہگار بستیاں
ان سے فیضیاب نہیں ہوئیں
ہماری کوششیں ان کے لیے
بار یاب نہیں ہوئیں
میں سچ کہتا ہوں اس میں ذرا بھی
فرق نہیں، کوئی اختلاف نہیں
کہ... بے محبت ہے تیری مخلوق بے مہر و وفا
ہے نہیں موجود ان کے دل میں کچھ صدق و وفا
دیکھتے ہیں دوست کو دشمن کی نظروں سے تمہیں
خصلت ایسی قوم ہے یا دوستان جور و جفا

سُن اے عمرِ دراز کے معمّرِ ضعیف
بزرگ جہانِ پیر
اور افسوس کر
اپنی فرسودگی کی شکل پر
اپنے خفتگانِ خاک کی عقل پر
جو بے شعور و بے شعار
بے رنگ و بے اختیار
مجھے اور میرے ساتھیوں کو
مجہولیت اور لادینیت کا خطاب دے رہے ہیں
انہیں جو مذہب کے اونچے آدرشوں کو چھو سکتے ہیں
اور عقل و دماغ کے بلند خیالوں سے ہمکنار ہو رہے ہیں
یعنی جو علم و دانش کے خزانوں کے مالک ہیں
فہم و فراست کے مالک
انسانی شفقت و محبت سے بھرپور
حسن و عشق کی عرفان سے مالامال
رموزات و اسرارِ نہاں کے واقف
پیچیدہ رازوں کے راز دان

گہرے فلسفوں سے مزین اور باخبر
سربستہ رازوں کے محرم کار
معیشیات اور اقتصادیات کے ماہر
انجینئرنگ اور ٹیکنالوجی کے ماہر
محققین، سائنس اور نئی ایجادوں کے موجد
جو انسانی زندگی کی تفسیر حیات ہیں
وہی جو عصر رواں کی تاریخ ہیں
نئی انسانیت کے نئے معمار ہیں
ذوق اعلیٰ اور تہذیب کے طلبگار ہیں
انسانی تاریخ کے نئے مورخ
کلچر اور موسیقی کے نئے بانی کار
ساز و سامان سرور کے دلنواز
ترانہ سازی اور نغمہ سرائی کے استاد
سخنوری اور زباندانی کے معلم
قصہ گو، مضمون نویس، سخنداں
کہانیوں، ناولوں اور افسانوں کے قلم کار
ادب عالیہ کے قلم کار، مصوری کے فنکار

فصیح اللسان شاعر عالی، بلاغت ادیب
دورِ حاضرہ میں اعلیٰ سیاست کے رہبر
جمہوریت اور امن و انصاف کے علمبردار
کچھ میرے پیشرو ہیں اور کچھ میرے پیرو
میں اور میرے ساتھی
میرے دوست، ہمنوا اور ہمسفر
جو آج کے جنگی دور میں
پوری کائنات کو سامراجی جنگوں سے نجات دینے والے
جنگبازوں کی ہوس رانیوں کو خاک میں ملانے والے
مہیب، خوفناک اور مہلک ہتھیاروں کو روکنے والے
انسانی بقائے باہم اور امن و امان کے محافظ
جنہیں دینداری اور پرہیزگاری کی سعادت ہے
مگر افسوس ہے ہزار افسوس اور صد ہزار حیف
کہ تیرے وہ پرستش
دیر نشینانِ عالم پیر
جو پھنس گئے ہیں کفر و ذلت کے تاریک گڑھوں میں
ظلم و جہالت کی اندھیریوں میں

جو مرتکب ہوئے ہیں کب کے
کفر و کافری اور مجہولیت کے
مگر الزام دے رہے ہیں
مجھے اور میرے ساتھیوں کو
مرتد اور ملحد ہونے کی

وہی جو اندھے ہیں
اپنی قسمت کے
عاقبت نا اندیش، آخرت نا اندیش
کور چشم، کوتاہ نظر اور کج فہم
کہ جن کی بستیوں کی سرحدوں پر
جنگ کے ہیبت ناک بادل منڈلا رہے ہیں
جن کے شہروں اور اجڑے ہوئے گاؤں میں
قحط، بحران، اور وبا کے بھوت اپنے ڈیرے ڈال رہے ہیں
کہ جن کے سرہانے موت منہ کھولے کھڑی ہے
مگر انہیں کچھ خبر نہیں، علم نہیں
کہنے سننے میں یقین نہیں اعتماد نہیں
یہ وہی ہیں جو اپنی قسمت کے

اندھے ہیں، گونگے ہیں اور بہرے ہیں
سن اے جہانِ پیر
اپنے بہرے کانوں سے سن
کہ آرہی ہیں صدائیں صورِ اسرافیل کی
پہاڑوں کی چٹانوں سے
جو سنا رہی ہیں تیری گنہگار بستیوں کو
آخری پیغام سنا رہی ہیں
دیکھ اے جہانِ پیر
اپنی دُوربین آنکھوں سے دیکھ
وہ جو آرہی ہیں سرخ ہوائیں
شمال و مغرب کی وادیوں سے
پامیر و قراقرم کے سربلند پہاڑوں کو پھاند کر
سرخ ہوائیں
سرخ بارشیں
سرخ طوفان
جو اڑا دیں گے ظلم و جہالت کے

گھٹاؤں کو اڑا دیں گے
اور بہا دیں گے ظلم و جہالت کے
خس و خاشاک کو بہا دیں گے
سمندر میں بہا دیں گے
جو دھو ڈالیں گے ناپاک بستیوں کے
سیاہ دھبوں کو دھو ڈالیں گے
اور ہاں صاف کر دیں
زمیں کو ہموار بنا دیں
شمعیں جلا دیں
اندھیروں میں چراغاں کر دیں
مشعلیں جلا دیں اور سنا دیں
کہ آ رہا ہے اب اپنے پورے شباب پہ
وہ نیا عالم جواں!
اک تاباں درخشاں جہاں
اور مر رہا ہے جہانِ پیر مر رہا ہے
ہمیشہ کیلئے آخری رخصت لے رہا ہے
○

رخصت لے اے جہانِ پیر
رخصت لے ہاں رخصت ہو جا
آخری رخصت دے رہے ہیں ہم تجھے
اور آخری حکم سنا رہے ہیں
الوداع کہہ رہے ہیں
سُن اے گردشِ دوراں کے بوڑھے مسافر
اپنے بہرے کانوں سے سُن
کہ تیری رگوں میں
حالات میں کچھ اطمینان اور سکون نہیں
اور پُرسکون زندگی کے لئے جوش و جنون نہیں
بچنے بچانے کی طاقت نہیں
اٹھنے بیٹھنے کی جرأت نہیں
سنبھلنے سدھرنے کی سکت نہیں
کچھ ہمت نہیں
سُن اے عمرِ دراز کے معمّر جہاں
گردشِ دوراں کے بوڑھے مسافر
تم نے اپنا سفر پورا کیا

اپنا فرض، اپنا وعدہ پورا کر لیا
بس اب دیر نہ کر
انتظار نہ کر تاخیر نہ کر

رخصت ہو جا
اور دیرینہ وقتوں کے بیتے ہوئے
تمام مصائب و آلام کو اپنے ساتھ لیجا
لے جا ہزارہا صدیوں کی تمام برائیوں کو
اپنے ساتھ لے جا
اور اتار پھینک دے اپنے ضعیف کندھوں سے
نئی زندگی کی گرانبار ذمہ داریوں کو
ہاں اتار پھینک دے
اور سونپ دے اپنے جواں سال فرزند کو
ہاں سونپ دے حیاتِ نو کی عظیم آزمائشیں
اپنے جواں سال بیٹے کو
کہ جس کا نام عالم جواں سال ہے
جہانِ نو
جو بڑھتا اور پروان چڑھ رہا ہے

تیرے ہی گھر میں تیرے ہی بن میں
جس کا ظہور تابان و درخشان ہے
جس کا آغاز اک نئے دور سے ہُوا
کہ جس کے ہم اولین سفیر ہیں
جواں سال و جواں فہم و بیر ہیں
عالم جواں سال کے پاسبان
جواں بخت، جواں مرد نگہبان
ہم نے دنیا میں نئے دور کا اعلان کر دیا ہے
ہم نے نظامِ حیاتِ نو کا سازو سامان کر دیا ہے
ہم نے آمدِ جہانِ نو کا سازو سامان کر دیا ہے
اور جہانِ پیرِ کہن کو آخری حکم سُنا دیا
حکم اے عمرِ دراز کے بوڑھے مسافر
ضعیف و نحیف بزرگ، ناتواں مسافر
تجھے حکم ہے
کہ جا کہیں آرام کی نیند سو جا
سو جا اور آزاد ہو جا
بس اب رخصت ہو جا

اور جا کے ابدی نیند سو جا

○

حکم اے عالمِ جواں، جہانِ نَو
تجھے میرا حکم ہے
کہ چھوڑ دے اب، اپنے بچپن کے دنوں کو
اب چھوڑ دے
اپنی معصوم خیالیوں کو اب چھوڑ دے
اور جواں ہو جا
ہر سُو، ہر سمت رواں دواں ہو جا
ہو جا جواں ہو جا
اور بن جا میر کاروانِ جہاں بن جا
آ جا، آ جا اور آ جا
اپنے ساتھ جواں لشکرِ جرار لیکر
جہاں بین و جہاں بان و جہاندار لیکر
امن و سلامتی کے جو افسر و سپہ سالار لیکر
دُرفشاں پیامبر، مسیح اور اوتار لیکر
آ جا آ جا اور بڑے دھوم دھام سے آ جا

اپنی گرانقدر ذمہ داریوں کو نبھانے کے لئے
فرسودہ دنیا میں انسانیت کا سکہ بٹھانے کیلئے
اور آجا، اب جلدی سے آجا۔ بس اب دیر نہ کر
ہم نے آمدِ جہانِ نو کا اعلان کر دیا
ڈھول پیٹا، بانگِ دہل، نقارہ بجایا
اور بادِ خزاں کو حکم دے دیا

O

حکم اے بادِ خزاں
تجھے بھی میرا حکم ہے
کہ تم بھی اب دیر نہ کر، تاخیر نہ کر
ذرا جلدی کر، اپنے قدموں کی رفتار میں
تندی اور تیزی پیدا کر
اور چھین لے
اس فرسودہ دنیا سے
تمام برگ و بار کو چھین لے
اتار پھینک دے اور اڑا دے
گلستانِ ہست و بود کے آخری

خزاں دیدہ پتوں کو اتار پھینک دے
اور گرا دے فرسودہ دنیا کے
تمام بوسیدہ درختوں کو گرا دے
چل اے بادِ شمال ذرا تیزی سے چل
اور ہلا دے
تمام درودیوار، نظامِ نارسا کو ہلا دے
اور ستا دے
جہانِ پیر کے پیرانِ کہن کو بتا دے
کہ جہانِ پیر کے ساتھ رخصت ہو جائیں
کہیں آرام کی نیند سو جائیں
گلستان سے جگہ خالی کر دیں
نو واردانِ چمن کیلئے چھوڑ دیں
اور ہاں اسلئے کہ
گلستاں میں آمدِ بہار کی تیاری ہے
نونہالانِ چمن کی انتظاری ہے
بہارِ نو کے نوروزِ عالم کی منادی جاری ہے

سُن اے بادِ خزان
ہاں تو بھی جواں ہو جا
اور جواں ہو کے تبدیل ہو جا

بادہ و بارانِ بہار میں
ہوائے دلنشین و دلفزا ہیں
طرفِ چمن جو آرہی ہے بہار
سوئے وطن جو آرہی ہے بہار
جو بہار، بہارِ بے خزاں ہے
جو بہار، بہارِ جاوداں ہے
بے خزان و بے خزان و بے خزان
جاودان و جاودان و جاودان

فروری ۱۹۵۹ء

توڑ دو ان سرحدوں کو

امن، سلامتی، مساوات اور
تہذیب انسانیت کی وارث نئی نسل

کے نام

ساتھیو اور دوستو
عصرِ رواں کے مجاہدو
بہادرو اور سرکشو
اٹھو اور آگے بڑھو
اور اپنے ہتھیار بغاوت کو
اک اور ایڑھ لگاؤ
توڑ ڈالو ان سرحدوں کو
جو حائل ہیں انسان اور انسان کے درمیان
اقوام اور اقوام کے درمیان
عظیم انسانیت کے درمیان
قومی ایکتا اور یک جہتی کے درمیان
مشرق و مغرب کی وسعتوں میں
شمال و جنوب کی رفعتوں میں
عظیم و حقیر قومیتوں کی بنا پر
رنگ و نسل اور ملتوں کی بنا پر
فرقہ واریت کی بنیادوں پر
خوف و ہراس کے دیوار

بغض و حسد اور عداوت کے انبار
حرص و لالچ اور فساد و عناد کے
فرسودہ دیوار گرا دو ڈھا دو
اور توڑ دو ان سرحدوں کو
توڑ دو

یہ سرحدیں
جہاں سے انسانی دنیا کا بٹوارہ ہو رہا ہے
جہاں سے ایشیا اور افریقہ کے براعظم
یوروپ اور امریکہ کے ممالک
ایک دوسرے سے الگ ہو رہے ہیں
اور جہاں سے
عظیم انسانیت تقسیم ہو رہی ہے
حاکم افراد اور محکوم اقوام میں
ظالم حکام اور مظلوم عوام میں
اور جن سرحدوں سے شروع ہو رہی ہے
غلامی اور آقائی
امیری اور غریبی

اور جہاں سے
اونچے خاندان، نیچی جاتیں
برہمن، شودر، کھتری اور اچھوت
مولانا، سادات، مرزا اور پٹھان
راجے، نواب، سلاطین اور شہنشاہ
اور جہاں سے شروع ہو رہی ہیں
سلطنتیں، مملکتیں، ریاستیں اور رعیتیں
جاگیریں، خطابات اور خرافات
مالک اور نوکر، کسان اور کاشتکار
مزدور اور سرمایہ دار
اجارہ داری نفع بخش ذاتی جائدادیں
لوٹ کھسوٹ، استحصال، دغا اور بے ایمانی
معاشی بحران، افراطِ زر، دولت کی غیر مساوی تقسیم
بھوک، بیماری، بیکاری اور بے روزگاری
کمر توڑ مہنگائی، قحط اور وبا
جہاں سے شروع ہو رہی ہیں

توڑ دو ان سرحدوں کو توڑ دو
اور گرا دو گناہ اور معصیت کے
ان دیواروں کو گرا دو

ساتھیو، رفیقو اور دوستو
عصرِ رواں کے بہادر مجاہدو
اٹھو اٹھو آگے بڑھو اور آگے بڑھو
کود جاؤ میدانِ کارزار میں چھلانگ لگاؤ
اور پھاند جاؤ ان تمام سرحدوں کو
جو حائل ہیں ہماری راہوں میں
خارِ مغیلاں کی طرح دیوارِ چین کی طرح
پرانی دنیا کی فرسودہ دیواریں
پرانی سرحدیں توڑ دو، گرا دو، مسمار کر دو
ڈھا دو، اور توڑ دو ان سرحدوں کو
اپریل ۱۹۵۸ء

شہیدانِ وطن سلام

اس مقدس خون کے نام
جس سے قوموں کی زندگی کو جاودانی
حرارت ملتی رہتی ہے

سلام اے شہیدانِ وطن سلام
سلام اے سرفروشانِ وطن سلام
سلام اے جاں نثارانِ وطن سلام
سلام ہے تمہارے نیک خیالوں پر
تمہارے پاک ارادوں پر سلام
شہیدانِ وطن سلام
تم نے کاخ امراء کے در و دیوار کو ہلا دیا
تم نے بہا دیا اپنے خون میں خواجگانِ بے لگام کا
مطلق العنان شاہی نظام
شہیدانِ وطن سلام
تمہیں نے اپنے لالہ رنگ خوں سے
اپنے مقدس جوش اور جنوں سے
کر دیا نظامِ جبر و تشدد کو لرزہ براندام
شہیدانِ وطن سلام
تمہیں یاد ہیں، معلوم ہیں
وہ پیار بھرے گیت
تمہاری ماؤں کی لوریاں

جو تمہارے مستقبل کا تعین کرتی تھیں
اور اپنی خوشیوں کی جھولیاں بھرتی تھیں
مگر تمہارے خواب کچھ اور تھے
جن کی تعبیر وطن کی آزادی تھی
تمہارے جوش و جنونِ جوانیوں نے
حریتِ حب الوطنی کا جذبہ پالیا
تمہارے پاک اور مقدس خون نے
قوم کا وقار بچا لیا
آزادیٔ وطن کا تقاضا بجا لایا
تمہارا خون امر ہے
تمہاری شہادتیں امر
اور امر ہیں تمہارے نام
شہیدانِ وطن سلام
آج تیرہ جولائی کا دن ہے
شہیدانِ آزادیٔ وطن کا دن
آج ہم تمہیں یاد کرتے ہیں
اور تمہاری قربانیوں کی داد دیتے ہیں

آج ہم تمہارے مقبروں پہ
پھول برساتے ہیں
عطر چھڑکاتے ہیں
لمبی زبانوں سے لمبی لمبی تقریریں کرتے ہیں
اور سنا دیتے ہیں ہم تم کو
اپنی کامیابیوں کا پیام
شہیدانِ وطن سلام
شمعِ آزادی کے پروانو
جنگِ آزادیِ کشمیر کے شہیدو
تم نے جامِ شہادت نوش کیا

اپنا خون بہا دیا
تیغ و سنان و تیر کے سامنے
ہجومِ دار و گیر کے سامنے
تم تو گولیوں کے سینہ پر ہوئے
آزادی وطن کیلئے قوم کیلئے
مگر کیا تمہیں خبر بھی ہوئی ہے
کہ تمہارے خواب شرمندۂ تعبیر بھی ہوئے

ہاں تب سے زمانے گذر گئے
جب سے ہمیں ملا ہے آزادی کا وہ نیا نظام
شہیدانِ وطن سلام
آج دیوان[۱] اور آئینگر[۲] کی وزارتیں نہیں
آج راؤ[۳] اور کاک[۴] کی حکومتیں نہیں
راج ہری سنگھ[۵] کا نہیں، اپنے قومی رہبر ہیں حکام
شہیدانِ وطن سلام
سنو آزادی وطن کے شہیدو سنو
کہ تمہارے گرم لہو کی قربانیوں نے
قوم اور وطن کی آزادی دلائی
اور گلشن وطن میں اک نئی بہار لائی

---

۱ دیوان دیا کرشن کول، وزیر اعظم کشمیر جس کی وزارت میں تحریک حریت کا ظہور ہوا

۲ گوپال سوامی آئینگر ۱۹۳۸ تا ۱۹۴۳ء وزیر اعظم کشمیر جنکی وزارت میں ایک زبردست ایجی ٹیشن ہوئی اور کافی جوان شہید ہوئے

۳ سر بی۔ این راؤ ۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۲ء وزیر اعظم کشمیر جنکی وزارت میں جاگیردار منظم ہوئے

۴ رامچند کاک ۱۹۴۶ء تا ۱۹۴۷ء وزیر اعظم کشمیر جنکی وزارت میں کشمیر چھوڑ دو تحریک شروع ہوئی اور عوام پر کافی ظلم ہوا

۵ - مہاراجہ ہری سنگھ کشمیر کا آخری مطلق العنان حکمران

بہار جو جلوہ افروز ہے
قومی رہبروں کے صحن خانوں میں
دیوان خانوں میں
آزادی کا نیا نظام
شہیدانِ وطن سلام
آزادی کے اس نئے ہولناک دور میں
قدامت اور قوم پرستی کی بنیادوں پر
بدترین سرمایہ داری کا زور ہے
جس میں چور ڈاکو بھی بنے ہیں ابدال
جس میں مبتلا ہیں بلادِ ہند کے مفلس اقوام
کہ جس میں چیختے کراہتے ہیں مظلوم عوام
شہیدانِ وطن سلام
سرمایہ داری کی لعنتوں کے ضامن
اجارہ داری کی نحوستوں کے حامی
ہمارے آج کے قومی حکمران ہیں
وہی قومی رہبر وہی رہروانِ کارواں
کہ جن کے اشاروں پر لیا تم نے شہادت کا جام

شہیدانِ وطن سلام

وہ بھی ہر سال مزارِ شہداء پر
آتے ہیں خوب موٹریں لے کر
رسم ہے یہ اب دھوکہ بازی کا
کہ پھول چڑھائیں تمہارے مقبرے پر
بھول چکے ہیں یہ کب کے
تمہارے کام اور نام
شہیدانِ وطن سلام

تمہاری ماؤں کی لوریاں، بہنوں اور بیٹیوں کے آنسو
اندیشہ، تمنائیں اور آشائیں تشنہ کام ہوئیں تا دوام
کیا ہوا اُن مسرتوں اور تمہاری شہادتوں کا انجام
شہیدانِ وطن سلام

۱۳ جولائی ۱۹۶۳ء

مصر والسلام

محمد جمال عبد الناصر کے نام

سلام اے وادیٔ نیل کے رہنے والو سلام
سلام اے ارضِ مصر کے رہنے والو سلام
سلام اے سویز نہر کے پائنر وارثو
اور حقیقی مالکو سلام
سلام ہو تمہارے بلند حوصلوں کو
تمہارے مضبوط ارادوں پہ سلام
تمہیں اور تمہاری سرزمین کو سلام
کہ جس نے زمانۂ قدیم سے
بہادروں کو جنم دیا ہے
جس نے کلیم طور کو اپنی گود میں پالا
کہ جس نے توریت، انجیل، زبور و قرآن کی تعلیمات کو
پڑھا اور غور سے سُنا
تم نے دیو ہیکل عاد اور قد بلند ثمود دیکھے ہیں
تمہارے عوج اور ابو الہول پر سر پکار رہے ہیں
تمہاری عظمتوں کے مینارِ ثبوت تمہارے اہرام ہیں
تم نے نیل کے ہزاروں موج طوفان
دیکھے ہیں اور تم نے دیکھے ہیں

ہزاروں ایسے معرکے بھی

جن میں خون کے دریا بہہ نکلے ہیں

کہ جن میں کیتے ہی ظالم و جابر فرعون ڈوب گئے

فرعونوں کے تخت الٹ گئے

تم نے دکھلائے ہیں جوہر اپنی بہادری کے

سپہ گری، پہلوانی اور شجاعت گری کے

تمہاری کامیابیوں نے ہر دور میں، ہر زمانے میں

تمہارے قدم چومے ہیں

اور آج بھی ہے یہ تمہاری ہی فتح ہو گی

حق و صداقت کے اس محاذ پر

ایشیا کے جنوب مغربی محاذ پر

جو ایشیا کو لوٹنے والے مغربی سوداگروں کا دروازہ ہے

سلام دو ناصر کی مادرِ وطن کو

کہ تمہارے بہادر بیٹے، غیور سپوت

ناصر نے

اپنی قومی عظمت کا اعلان کر دیا

اپنی سویز نہر پر قبضہ جما لیا

اور نہر کے قومیانے کا فیصلہ سُنا دیا
جو مشرق کو لوٹنے والے سامراجیوں کے منہ پہ
ایک طمانچہ ہے، ایک وار اور اک یلغار ہے
سنو اے سویز مجاذ کے
ایشیائی پاسبانو سنو
تمہارا آج کا یہ فیصلہ
صحیح ہے، بیباک ہے اور حق بجانب
بدلے ہوئے زمانے کے عین مطابق
جس میں تمہاری اور مشرق کی شادمانی ہے
تمام ایشیائی قوموں کی ترجمانی ہے
ہاں اپنے مصمّم ارادوں کو
اور بھی فولادی قبائیں پہناؤ
اپنے بیباک فیصلوں کو لافانی بنادو
ہم تمہارے ساتھ ہیں
ایشیا کے تمام آزادی پسند
تمام جمہور پرست
سویز نہر پہ تمہارا قبضہ دیکھ کر

اور سپر کے تو میلنے کا فیصلہ سُن کر
جو جنگ کی دھمکیاں دے رہے ہیں
تمہیں اور تمہارے جرأت رندانہ کو
اور ہاں اگر یہ کوئی حرکت کریں
تمہاری طرف حریص آنکھ اٹھائیں
اپنے ظالم و جابر ہاتھ بڑھائیں
خود لڑیں یا کسی اپنے پٹھو کو لڑائیں
عرب برادری میں پھوٹ ڈالیں
یا مطلق العنان عرب شہنشاہوں کو ابھاریں
عرب جاگیرداروں کو اپنا آلۂ کار بنائیں
یا تمہارے پہلو میں اپنے بغل بچو چھوڑ دیں
اور تمہارے اوپر اپنا دباؤ جمائیں
کوئی قدم اٹھائیں
ذرا بھی شرارت دکھائیں

ہم تیار ہیں
حریص آنکھوں کو نکالنے کیلئے
جابر ہاتھوں کو کاٹنے کیلئے

جنگبازوں کے قدم رکانے کیلئے
ان کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملانے کے لئے
ہم تمہارے ساتھ ہیں
ہمارے ہاتھوں میں نئے ہتھیار ہیں
حرب و ضرب کے نئے طلسماتی آلات
نئی ایجادیں نئے انکشافات
نئی زندگی کے نئے کسب و کمالات
جو ہمارے پاس موجود ہیں
وہ سب تمہارے ساتھ ہیں
ہم تو ہیں کہ قدرت رکھتے ہیں
دنیا کو سنبھالیں اور سنواریں
ریگ زاروں اور صحراؤں کو گلشن بنا دیں
اور اگر بگڑ جائیں
تو دنیا سے تمام حسن کو چھین لیں
اگر چاہیں گلستان کو ابھی ویران کر ڈالیں
زمین برہم زماں درہم فنا آسمان کر ڈالیں
مگر پھر بھی ہماری زباں پر

امن اور سلامتی کا نعرہ ہے
ہمارے ہاتھوں میں
عدل و انصاف کا جھنڈا ہے
کہو اے تھرسویز کے جائز وارثو
اور حقیقی مالکو کہہ دو
سویز پر قبضہ اور قومیانے کا فیصلہ سُنکر
جنگ کی دھمکیاں دینے والوں سے کہہ دو
دور کے مغربی سوداگروں تاجروں سے کہہ دو
بدنام سامراجی جنگبازوں سے کہہ دو
کہ جنگوں میں تمہاری کامیابی نہیں
ہماری نصرت و فتحیابی ہو گی
ناصر کے ارادوں کو نصرت ہو گی
اور اب تمہاری سامراجیت کا
سورج غروب ہو رہا ہے
دنیا میں ایک نئے آفتاب عالمتاب کا
طلوع ہو چکا ہے

اک نئے دور کا آغاز ہوا ہے
جو دور امن، آزادی، اور سلامتی کا دور ہے
جو دور برادری، برابری اور انصاف کا دور ہے
اس دور میں ملے گا ابنِ آدم کو اپنا مقام
جس دور کی طرف آ رہے ہیں مصر اور شام
مصر والو سلام

ستمبر ۱۹۵۶ء

چار پھول

بلادِ ھند کے سکیولر حکمرانوں

کے نام

چار پھول چار نو واردانِ چمن
چار نونہالانِ گلشن
یہ چار پھول
جو ابھی ابھی کھلے تھے
ارضِ ہند کی ایک بدنصیب کلی سے
قہر و عذاب اور عتاب کی چھاؤں میں
جل گاؤں میں
یہ چار پھول
چار معصوم، چار بیگناہ
ہر بدی سے پاک
ھاجرہ بیگم کے چار بچے
زبیدہ، اختر، احمد اور رضا
جنہیں دہکتی ہوئی آگ میں جھونک کر
زندہ جلا دیا گیا
اُفوہ! یہ شیطانی حرکت
وہ زندگی کا ننگا ناچ
دھرم، تہذیب اور ہندتا کے نام پر

آج کے چار ننھے منّے پھول، چار دیوتا
کل کے چار انسان
جو دین و دھرم کے نام پر
چیختے پکارتے ہوئے
زندہ جلائے گئے
جن کے سوگ میں
سوگوار حاجرہ کے ساتھ
ہند کی دھرتی ماتا بھی
اندر پرست کی اندرا بھی سوگوار ہے
اور جن کے سوگ میں
تہذیب و شرافت کے اونچے مینار
سر بہ مراقبہ شرمسار ہیں
اور یہ ابر آلود آسمان اشکبار ہے
کرشن، بدھ، چشتی اور نانک کی
روحیں سوگوار ہیں
اور جن کے سوگ میں
ایک بار پھر

مریم و فاطمہ کی روحیں
چونک اٹھیں اور کراہنے لگیں
پھر سے رونے لگیں
آج کی اس مظلوم اور دکھی ماں کے
ساتھ سوگوار ہیں
جس کی امیدوں اور آشاؤں کے
گلشن ممتا سے کھلے ہوئے
"چار پھول" مسل دیئے گئے

اکتوبر ۱۹۶۹ء

○

واہ میاں واعظ تیرے وعدے ہیں وہ جنت نہاں

ہیں جہاں شہد و شراب و شیر کی نہریں رواں
یہ بھی مانا تم کو مل جائیں وہاں حوریں مگر
کیا تیری بیوی اکیلی ہی رہے گی پھر وہاں

○

بھلا وہ بوالعجب عالم جو واعظ کی زباں پہ ہے
کہاں ڈھونڈیں یہاں وہ جنت فردا کہاں پر ہے
خلائے بیکراں کو آسماں کہتے ہیں یہ حضرت
نہیں جو آسمان ہو اور نہ کوئی آسماں پہ ہے

ہم کشمیر کے عوام

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

اقبال

اُن کے نام

جو ایشیا میں امن، جمہوریت اور سوشلزم کے
عظیم مجاہد ہیں اور ایشیا کی سلامتی کے مضبوط
ستون

حرفِ اول

"ہم کشمیر کے عوام" ایک تاریخی تمثیلی المیہ ہے یا ایک آزادانہ پیرایۂ نثر جو میری ایک تقریر تھی جو دسمبر ۱۹۵۰ء میں "جمہوری نیشنل کانفرنس" کی پہلی سرینگر کانفرنس کیلئے۔ اچانک اندرونی وقت کی برف باری سے کانفرنس کے خیمے ہی الٹ گئے۔ میری یہ تقریر نہ ہو سکی۔ یادِ فردا کے کیلئے باقی رہی کوئی جذباتی شاعری نہیں۔ ہمارے دکھوں کی کہانی ہے

"ہم کشمیر کے عوام" آزاد بحر کی ایک طویل المیہ ہے۔ ہو بہو کشمیر کی اندرونی تصویر، ہماری قومی عظمت، رواداری، اولوالعزمی، بیباکی و قومی روایات، عہدِ رفتہ کی روشن اور تاریک جھلکیاں، گذرے ہوئے زمانوں کے بیتے ہوئے الآم و مصائب اور آجکل کی بدحالی۔ تحریکِ حریت کے دوران میں ہماری مجاہدانہ سرگرمیاں پھر چند سیاسی رہنماؤں کا بنیادی مقاصد سے انحراف اور آج کی بورژوا آغازِ جمہوریت میں غیر جمہوری طور طریقے، اسکے ساتھ ہی عالمی امن قوتوں اور انسانیت کے دوستوں سے اظہارِ یکجہتی تعاون اور مکمل اتحاد۔ پوری قوم سے دعوت جہاد برائے حسین زرروشن مستقبل ایک تابان و درخشان نئی دنیا کا تصور، حیاتِ نو کی جستجو۔ یہی ہیں اشارات و کنایات اس تمثیلی المیہ کے۔ مجھے امید ہے کہ میرے مخلص پڑھنے والے مجھے اپنی قیمتی رائے سے ضرور نوازیں گے

رنجور کاشمیری۔ اکتوبر ۱۹۵۸ء

ہم کشمیر کے عوام

آج ہم کشمیر کے عوام
اپنے ہی راج کے غلام
عوامی راج کیا، ایک الوکھے راج کے بدام
ہم کشمیر کے عوام

آج کشمیر میں ومِلذِت اور بے چینی ہے
آج کشمیر میں بدنظمی اور بے یقینی ہے
آج ہم کشمیر کے عوام
سب ناچار و مجبور ہیں اور مظلوم
ہاں اپنے قومی حکمرانوں کے محکوم
پوچھو ہمارے آنسوؤں سے کر و معلوم
آج ہم کشمیر کے عوام

ہلمش مُش اور غنڈہ گرزی کے شکار ہیں ہم
اسلئے امن اور انصاف کے خواستگار ہیں ہم
ہاں جمہور پرستوں کی مداخلت کے طلبگار ہیں ہم

کشمیر کے عوام

آج ہم دنیا کے امن پسندوں کو بلاوا دیتے ہیں
آج ہم دنیا کے جمہور پرستوں کو بلاوا دیتے ہیں
خصوصاً ارضِ ہند کے رہنے والوں کو بلاوا دیتے ہیں
آج ہم کشمیر کے عوام
سنو دنیا کے امن پسندو سنو
سنو دنیا کے جمہور پرستو سنو
سنو ارضِ ہند کے رہنے والو سنو
عدل و انصاف کے دم بھرنے والو سنو
سنو اور غور سے سنو
ہماری دُکھ بھری کہانی
ایک دلدوز و جگر سوز کہانی
ایک المناک داستان
گئے زمانوں [illegible] ہوئے
ماہ و سال کی [illegible]

آئے دلوں کی مصیبتیں

ہمارے دُکھوں کی کہانی
سنو ہم کشمیر کے عوام کی زبانی
کہ ہم کشمیر کے عوام
لداخ اور جمُوں کے عوام
وارث ہیں اُن لوگوں کے
جو بلشمار ایسے معرکے سر کر چکے ہیں
کہ جن میں خون کے دریا بہہ نکلے ہیں
جن میں ظلم و جبر کے ایوان ڈوب گئے ہیں
ہم وارث ہیں ان بہادروں کے
جو ایک دن ایک زمانے میں
للتادت کی قیادت میں
اپنی بہادری کے جوہر دکھائے ہیں
اور فتح و نصرت کے گیت گائے ہیں
اور یہ ہم ہی ہیں
صرفی کے فرزند

نزی بٹ کے سپوت
جامبوکوچن کے وارث
مینگواہن کی اولاد
محمد بٹ، نازی بھٹ کے بھائی
مبارک خان کے شاگرد
حبہ خاتون کی بہنیں
اور للہ دید کی بیٹیاں

ہم وارث ہیں ان لوگوں کے
جو ایک بار جگ کے ملکوں کو
علم و ہنر کی راہ دکھلاتے تھے
عدل و انصاف کی بات سکھلاتے تھے
ہم وارث ہیں اُن لوگوں کے
جو اک دن ایک زمانے میں
صاحب السلطنت و حشمت تھے
دنیا میں جن کی شہرت تھی
سکہ جن کا چلتا تھا

طوطی جن کا بولتا تھا
ایشیا کے کونوں کونوں میں
ہم وارث ہیں ان لوگوں کے
جو زین العابدین کے دربار میں
اپنی مدبرانہ صلاحیتیں دکھا چکے ہیں
قانون اور انصاف کی راہ بتا چکے ہیں
جو کشمیر کے تاجدار بڈشاہ کے رہبر تھے
ہم وارث ہیں اُن لوگوں کے
لڑاکو جو اکبر کی فوجوں سے
آخری دم تک لڑے
آزادی وطن کے لئے جو خون کا
آخری قطرہ تک دے گئے
ہمارے یوسف اگر مقید ہوئے
مگر یعقوب ہمارے لڑتے رہے
سرفروش و جانباز جو باغی تھے
جو مغل شہنشاہیت کے خلاف تھے

آزادیٔ وطن کے محافظ ہمارے آبا و اجداد
جو کشمیری قوم کے سپہ سالار تھے
ہم وارث ہیں اُن سر پھرے غیور مردوں کے
کلہن جن کا مورخ تھا
غنیؔ جن کا شاعر تھا
ہمارے اسلاف بزرگ تھے
عزت تھے، عابد تھے اور پارسا تھے
ہم وارث ہیں اُن بزرگوں کے
جو روحانیت اور تصوّف کے عاشق تھے
انسانیت کے دیوانے
وحدانیت کے متوالے
نند رشی اور للہ عارفہ جس تہذیب کے ستون ہیں
ہم نور الدین ولی کے وارث ہیں
مہجورؔ ہمارا بھائی ہے
اقبالؔ بھی اور سبیر و بھی
ہم آزاد کے خوابوں کی تعبیر ہیں

ہم مہجور کے گیتوں کے امیر تا ہیں
ہم رنجور کے ہم عصر ساتھی ہیں

ہم کشمیر کے عوام
سن چکے ہیں اپنے بزرگوں سے
افغان دورِ حکومت کے وحشیانہ مظالم
پٹھان صوبیداروں کی من مانیاں
اور دست درازیاں
ہم سن چکے ہیں
کشمیر میں سکھوں کے زمانے کی
سکھا شاہی کی ہولناک داستانیں
اور ہم کشمیر کے عوام
دیکھ چکے ہیں
ڈوگرہ شاہی سرکار کے جور و ظلم
تمام آلام و مصائب
اور ہم سہہ چکے ہیں
نوکر شاہی کی ستمگاریاں

جاگیرداروں کی بیگاریاں
ماہ جبینوں کی نازبرداریاں
ہم سہہ چکے ہیں
جاگیرداری دلالوں اور سفید پوش جبینوں کی
سیاہ کاریاں
ستمگر معتبروں کی ریاکاریاں
شقداروں، نمبرداروں، اور ذیلداروں کی قلابازیاں
اور ہم کشمیر کے عوام
بھر چکے ہیں
ساہوکاروں اور سود خواروں کی تجوریاں
سرمایہ کار ہیوپاریوں اور وڈ داروں کی کوٹھیاں
جس کے لئے ہم کشمیر کے عوام
اک دن اک زمانے میں
ڈوگرہ شاہی سرکار کے خلاف
جاگیری ظلم اور بیگار کے خلاف
اٹھ کھڑے ہوئے

سر بکف میدان میں کود پڑے
ڈوگرہ شاہی کے خلاف لڑ پڑے
ہمارے سانئد وطن دوست شاعر تھے
عوام دوست ادیب اور فنکار تھے
عزت مآب علماء اور وکلاء تھے
کسان تھے اور مزدور تھے
صنّاع اور کاریگر
دوکاندار اور تاجر
گلی کوچوں میں "ہیوما" "ہیوما" کہنے والے
کوہ بکوہ صحرا بصحرا بھیڑ بکری چرانے والے
گوجر اور بکروال
سادات اور برہمن
درویش اور فقراء
لداخ کے لاما، جموں کے راجپوت
راجوری کے پنساری اور گلہ بان
پونچھ کے مضبوط جسم محنت کش

ڈوڈہ اور مظفر آباد کے دانشور
غرض ارضِ وطن کے تمام اقوام
سب محبانِ وطن
ہمارے ساتھ تھے
ہم نے ایک قومی سیاسی تنظیم بنائی
جس کا نام نیشنل کانفرنس تھا
آزادی کا نعرہ بلند کیا ہم نے
اک لال جھنڈا بھی اٹھایا ہم نے
جس پر "ہل" کا نشان تھا
اور ہم کشمیر کے عوام
آزادی کی لڑائی لڑتے رہے
قدم قدم آگے بڑھتے رہے
کاروان بڑھتا گیا
سیلاب بڑھتا گیا
کتنی بار گولیاں چلیں
کتنی بار ڈنڈے برسے

ٹھکی ہوئی ہیڈ زنی کیگئی
اور مارشل لاء نافذ ہوئے
گولیاں برستی تھیں کہ برسات کی بارشیں
مگر ہم لڑتے رہے
وار پر وار کرتے رہے
پکڑ دھکڑ چلی گرفتاریاں ہو گئیں
قید خانے بھر گئے تو فوجی چھاؤنیوں میں محبوس ہوئے
جرمانے دئیے تقریری ٹیکس ادا کئے
قید و بند کی مصیبتیں برداشت کیں
کبھی روپوش ہوئے
نہ جانے کتنی بار کتنے وقت تک
اپنے خان ومان اور عزیزوں سے جدا رہے
باہم میں سے ہمارے کتنے دوست
کتنے ساتھی
کتنے رفیق ، کتنے عزیز
کتنے بھائی ، کتنے باپ

کتنی مائیں اور کتنی بہنیں
گولیوں اور لاٹھیوں کی شکار ہوئیں
جو قربان گاہِ آزادی کی بھینٹ چڑھیں
اور شہیدانِ وطن نام پائے
اسی طرح سالہا سال تک
یہ سلسلہ چلتا رہا
اودھم کشمیر کے عوام
آگے بڑھتے رہے
سر کف لڑتے رہے
امن، آزادی اور جمہوریت کے لیے
ہم جیتے رہے اور مرتے رہے
اودھم کشمیر کے عوام
ادھر آزادی کی لڑائی لڑ نہ رہی تھے
ادھر قبائلی لیٹرے حملہ آور ہوئے
ایک اور مصیبت آ پڑی
ملک میں ھم نہ یاس کی لہر دوڑ گئی

لے چینی پھیل گئی
مگر پھر بھی
ھم کشمیر کے عوام
اپنے "ہل" والے قومی جھنڈے تلے
متحد ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے
میدانِ کارزار میں کود پڑے
اور حملہ آوروں کے ساتھ لڑے
وطن دوستی کا جذبہ لیکر آگے بڑھے
ھم کشمیر کے عوام
وار پر وار کرتے رہے
یلغار پر یلغار کرتے رہے
ہم نعرے لگا رہے تھے
وطن پر کون مریگا؟ ہم مرینگے
وطن کی حفاظت کون کریگا؟ ہم کرینگے
حملہ آور خبردار، ہم کشمیری ہیں تیار
اپنا خون بہائینگے وطن کو بچائیں گے

یہ ہمارے نعرے تھے

اُدھر ملک گیری کی ہوس تھی

اِدھر آزادیٔ وطن کا جذبہ تھا

اُدھر رائفلیں اور توپیں تھیں

اِدھر کانگڑیاں تھیں لال رنگ کے ڈھنڈے تھے

اُدھر رعب وداب کے زلزلے تھے

اِدھر جوش وجنون کے ولولے تھے

اُدھر فرقہ پرستی کی بد بُو تھی

اِدھر قومی رواداری اور ہندو مُسلم سِکھ اتحاد

ڈوگرشاھی پلٹنیں

کچھ تو مر گئے، کچھ شکست کھا کر فرار ہو گئے

مہاراجہ بھاگ نکلا

حملہ آوروں کے حوصلے بڑھ گئے

جو ہر طرح سے [illegible] گئے

کچھ تو [illegible] کے گرد گھیرہ ڈالے

[illegible] کے [illegible] تک آ گئے

لوٹ، مار اور غارت گری کا بازار گرم ہوا
بجلی کاٹ دی، اندھیری مچا دی
آتشزنی کی وارداتیں ہوئیں
گاؤں کے گاؤں جلائے گئے
کتنے لوگ بے خانماں ہوئے
کتنی عورتیں بیوہ، کتنے بچے یتیم
کتنے قوم پرست مسلمان مارے گئے
ہندوؤں اور سکھوں کا قتل عام ہوا
ہمارے دوست شروانی کو
کس بیدردی سے قتل کیا
ہائے ہائے
سومناتھ ہیرا کو مارا گیا
ماسٹر عبدالعزیز شہید ہوا
نہ جانے کتنے اور گمنام مسلمان
مارے گئے

حملہ آور سینکڑوں من پیتل
یہ "سونا" ہے کے گمان سے لے بھاگے
سینکڑوں عورتیں اغوا کرلی گئیں

تو خود مرو اور خود مارو کا نعرہ بلند ہوا
جب خودکشیاں ہو پائیں
کتنی مائیں، کتنی بہنیں دریائے جہلم میں
چھلانگیں لگا لگا کر کود پڑیں
اور لقمہ اجل ہوئیں

پھر بھی ہم کشمیر کے عوام
جب مجبور و ناچار ہوئے
بے یار و مددگار ہوئے
اور امداد کے طلبگار ہوئے
تو ہم نے جمہوریہ ہند سے
امداد کی درخواست کی
ہند نے اپنی فوجیں بھیجیں
بر وقت ہماری امداد کی

ہم نے ہندی فوجوں کی مدد سے
حملہ آوروں کو مار بھگایا
ٹیٹوال اور اوڑی کے پیچھے بھگایا
جہاں آج جنگ بندی کی لائن ہے
اُس پار بھی ہمارے بھائی ہیں
عزیز و اقارب اور ساتھی ہیں
رشتہ دار اور دوست
درجنوں محبانِ وطن
سینکڑوں رفیق
ہزاروں جانے پہچانے
اور لاکھوں عوام
بہو بیٹیوں کے میکے اور سُسرال
جو ہم سے کٹ گئے
ہم جن سے الگ ہوئے
پھر بھی ہم کشمیر کے عوام
گلگت اور مظفر آباد کے عوام
ایک ہیں

یک جان و یک زبان
وہ وہاں کے مظلوم
ہم یہاں کے محکوم
وہ وہاں کے مفلس
ہم یہاں کے نادار
وہ سلطنت دہلی کے مجبور
ہم ہند کے زیر نگین
اُدھر سینہ زوروں اور لٹیروں کا راج ہے
اِدھر غنڈہ گردی کا دَور دَورہ ہے
اُدھر پاکستانی حاکموں کی سختیاں
اِدھر ہند کے چوکیداروں کی خرمستیاں
پھر بھی ہم کشمیر کے عوام

ایک ہیں
یک جان اور یک زبان
وہ وہاں اور ہم یہاں
وہ ہمیں چاہتے ہیں
ہم انہیں ڈھونڈھتے ہیں

ہماری اور ان کی جدوجہد جاری ہے
رواں دواں جاری رہیگی
ہنوز انتظار باقی ہے
مل ہی جائینگے آخر ش
ایک ہی منزل پر

○

ہم کشمیر کے عظیم عوام
جب ایک دوسرے سے جُدا ہوئے
تو ہم نے اپنے عظیم قومی رہبر کے سائے میں
ایک دن ایک زمانے میں
نمائندہ اسمبلی بنائی
اور حکومت سنبھالی
ہم نے عوامی راج کا اعلان کیا
اور قانون خاتمہ جاگیرداری پاس کیا
جاگیردار طبقے ویسے ہی

رجعت پرست حلقے خاموش
فرقہ پرست قوتیں چھپ گئیں
نوکر شاہی کارندے دم بخود
تو ہم نے اطمینان کے سانس لئے
مسرّت کے دم بھرے
شادیانے منائے
شاید سمجھ گئے تھے
ہم کشمیر کے عوام ..... کہ
کشمیر میں نئے دور کا آغاز ہوا
اک نئی صبح طلوع ہوئی
ہم نے نیا کشمیر کے خواب دیکھے تھے
ایک حسین و جمیل زندگی دیکھی تھی
ہم نے خوشیوں کے گھر لبائے تھے
اسی لئے ہم نے
رجز میں آکر وجد میں آکر
نیا کشمیر زندہ باد کے نعرے لگائے
عوامی راج زندہ باد کے نعرے لگائے

رہبرانِ قوم زندہ باد کے نعرے لگائے
اور ہم نے
شہر و دیہات میں چراغاں کئے
گھر گھر میں شادیانے بجائے
اور ہم نے اپنے گھروں میں
سیاسی رہبروں کے بُت بنائے
تو پھر ہم کشمیر کے عوام
دن رات ان کی پوجا پاٹ کرتے رہے
ہم نے شخصیتوں کے دم بھرے
ہم نے رہبروں کے قصیدے لکھے
ہم نے آزادی کے ساز بجائے
ہم نے جمہوریت کے ترانے گائے
ہم نے دنیا کو امن کے گیت سُنائے
اور ہم کشمیر کے عوام
نتیجے سے لاپرواہ ہو کر
دنیا و مافیہا کو بھول کر

اور مست ہو کر

ناچتے رہے
خوشی کے ترانے گاتے رہے
سرورو مستی کے راگ الاپتے رہے
نیند لانے والے راگ

اور بس
ایک ہلکی سی نیند آئی ہم کو
غفلت کی نیند
اور سو گئے ہم
نیند میں ایک خواب دیکھا ہم نے
اک عجیب و غریب خواب
ایک بھیانک اور منحوس خواب
خواب کیا تھا؟
کہ ہمارے بار بار کے دشمن
جو ہر وقت و ہر زمان ہماری تحریک کے
مخالف تھے منکر تھے اور منحرف تھے
مشہور فرقہ پرست

بدنام جاگیردار
وڈیرے اور سُود خوار
چور اور بدمعاش
ڈاکوؤں کے سرپرست
الغرض سب رجعت پرست عناصر
کہ جن سے مردہ باد، مردہ باد کے
جواب سُننے تھے ہم نے
ہر بار جن سے لادینیت کے
خطاب سنے تھے ہم نے
آج وہ سب
دھیران قوم زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے
اب وہ تمام
قومی حکمرانوں کے گیت گا رہے تھے
جنھیں وہ کل تک
ذلیل و حقیر سمجھتے تھے
ظلِ الٰہی کے نافرمان کہتے پھرتے تھے
سرکارِ والا مدار کے باغی کہتے پھرتے تھے

کل تک جن رہبروں کو
گالیاں اور طعنے دے رہے تھے
آج انہی کو مبارکبادی کے پیغام دے رہے تھے
اور بیش بہا تحفے اور نذرانے دے رہے تھے
آج وہ لمبی زبانوں سے
انہی کی تعریفیں کرتے تھے
اور اُدھر سے اُنکی آؤ بھگت ہو رہی تھی
ہاں اِدھر سے بھی
آؤ بھگت ہو رہی تھی۔

دغا اور بے ایمانی کی ابتدا
غضب اور غفلت کی انتہا
یہی ہے اور یہی تھا
کل تک جو ہمارے جھنڈے کو
دجال کا جھنڈا کہتے پھرتے تھے
آج وہ اس کے علمبردار تھے
اور قوم کے سپہ سالار تھے
اور ہم نے خواب میں یہ بھی دیکھا

کہ ادھر ایک پردے کے پیچھے
کچھ کھسر پھسر ہو رہا تھا
کچھ کانا پھوسی ہو رہی تھی
اور گلے مل رہے تھے آپس میں
سب راہزنوں کے سرپرست
بدمعاشوں کے رازدار
رہبروں کے رشتہ دار
سب چھوٹے بڑے ٹھیکیدار
عوام کو لوٹنے والی ٹولیاں
موقعہ پرست اور چاپلوس
ہم حیران ہوئے
انگشت بدندان رہے
ایک زمانے تک اسی طرح
سوچتے رہے ہم
کشمیر کے عوام
دن گذرتے رہے
حالات بگڑتے ہی گئے

زندگی دردناک ہوئی
پیچیدگیاں بڑھتی رہیں
بدعنوانیاں بڑھتی رہیں
بدنظمی پھیل گئی
ریڈ ٹیپ ازم دفتری گھس گھس
اور فاصلہ بڑھتا گیا
بدظنی عام ہوئی، بددلی عام
پھر بھی ہم کشمیر کے عوام
داد فریاد کرنے کیلئے
آہ و بیداد کرنے کیلئے
اپنے رہبروں کے ہاں دوڑ گئے
مگر رہبر نہیں ملے کہیں نظر نہ آئے
ہم نے مجاہد منزل سرینگر میں ڈھونڈے
لال چوک، حضرت بل میں ڈھونڈے
اننت ناگ کے شیر باغ میں ڈھونڈے
شوپیان کے قلعہ باغ میں ڈھونڈے
بارہ مولہ اور سوپور میں ڈھونڈے

گلمرگ پہلگام میں ڈھونڈے
مگر رہبر نہیں ملے
کہیں نظر نہ آئے
ہاں گلی کوچوں اور بازاروں میں دیکھیں
سرکاری عمارتوں اور دفتروں میں دیکھیں
اپنے رہبروں کی لمبی چوڑی تصویریں
اور گذرگاہوں کے دیواروں پہ
بڑے بڑے اشتہاروں پہ
جلی حروف میں لکھے ہوئے
رہبروں کے نام دیکھے
مگر رہبر نہیں ملے
کہیں نظر نہیں آئے
آخر ہمارے رہبر کہاں ہیں ؟
ہم نے چاند تاروں سے پوچھا
ہم نے غم کے ماروں سے پوچھا
پوچھا ہم نے کوہساروں سے پوچھا
اور پوچھتے رہے صبح و شام

بنام کشمیر کے عوام
آخرش آواز آئی

دشت و بیابان سے آواز آئی
جوی و خیابان سے آواز آئی
سنو اے شمع آزادی کے پروانو
سنو اے امن و جمہوریت کے دیوانو
سنو اے عالم سیاست کے نادانو
سنو اور غور سے سنو

تمہارے لیڈر تمہارے رہبر
وطن کے غم خوار قوم کے سالار
آج تمہاری قوم کے حکمران ہیں
اور تمہارے گلشن وطن کے باغبان
ہاں دے سکتے ہیں وہ تم کو
شاہی محلات میں
اور دے سکتے ہیں اپنا نشیمن وہ تم کو
سرکاری کوٹھیوں پہ
بڑے بڑے دفتروں میں

دوڑ گئے سن کر یہ پیغام
ہم کشمیر کے عوام
جہاں سنگین و رنگین محلات ہیں
جہاں منقش بنگلات و تعمیرات ہیں
جہاں معطر پھولوں نے باغ سجائے تھے
جہاں بہاروں نے زندگی کے رنگ لائے تھے
حسین خوابوں نے جہاں فرشِ مخملین بچھائے تھے
جہاں ناز و نعمت کی فراوانی تھی
جہاں سرور و مستی کی فراوانی تھی
حور و قصور کی جہاں فراوانی تھی
رقص و سرود کے جہاں ساز و سامان تھے
غرض جہاں ہمارے قومی حکمران براجمان تھے
شاید وہی عالم تھا
وہی منزل اور وہی مقام
جو انسان کو سچائی اور نیکیوں کے عوض
دوسری دنیا میں مل سکتا ہے
کہ جس کی تعریف نہیں

وہ غلطوں سے برہمنوں سے سنی تھیں ہم نے
کہ جس کا نام فردوسِ بریں سنا تھا ہم نے
شاید یہ وہی عالم تھا
جہاں کی زیب و زینت آج
ہمارے قومی حکمران تھے
یعنی جو ہمارے رہبرانِ کاروان تھے
جن کے دروازوں پر مہیب دربان تھے
اور ڈیوڑھیوں پر پہریدار
خوفناک اور خونخوار
بد زبان و بد کلام
ہم نے اندر آنے کی اجازت مانگی
وہ رائفلیں اور برچھیاں دکھاتے رہے
ہم نے منت اور عاجزی سے کہا
وہ گالیاں سناتے رہے
اتنے میں اندر سے آواز آئی
ایک گرجدار آواز
حکمران کی آواز

رہبر کی آواز

کون ہیں یہ کتے جو بھونکتے ہیں اس طرح
ہیں کہاں کے بیوقوف، تھے کہاں زادے حرام
ہم ہیں کشمیر کے عوام
ہم نے عاجزانہ لہجے میں کہا
ایک اور گرجدار آواز آئی
حاکمِ جبار کی آواز
کشمیر کے عوام کہنا سکھاتے ہیں ہم کو
جلوس پہ جلوس لاتا دکھاتے ہیں ہم کو
بھاگ جاؤ کہیں کے
یہاں سے بھاگ جاؤ
ہم نے امداد و انداد کی درخواست کی
ہم نے روٹی مانگی
روزگار کی ضمانت مانگی
مشکلوں کے حل مانگے
اور سازگار زندگی کے لئے
کیے گئے وعدے یاد دلائے
مگر ادھر سے گالیاں سنائی گئیں

بوکھلا کر اور خشمگین ہو کر
پہریداروں کو حکم ہوا
بھگا دو کہیں کے گدھوں کو
یہاں سے بھگا دو
اور بھگاتے رہے پہریدار ہم کو
پھر دوڑتے رہے پیچھے پیچھے
بھاگ گئے ہم تیر کی طرح
وہاں سے ہم بھاگ گئے
اور دور جا کر کہیں روتے رہے
ہم کشمیر کے عوام
پھر سوچتے رہے
کہ شاید آج کا دن
جزا و سزا کا دن ہے
یعنی قیامت کا دن
ہم اسی طرح سوچتے تھے
کہ ابھی ہمارے گناہوں کا
کفارہ نہیں ہوا ہے شاید

اسی لئے جہنم کے دیو پیکر فرشتوں نے
پُل صراط سے ہمیں روک لیا
اور واقعی

ہمارے رہبر ہمارے سالار
دنیا میں زاہد و پارسا تھے
متقی اور پرہیزگار تھے

سادھو طبیعت اور برہمن خصلت
ثوابوں کے مستحق، اجرِ عظیم کے حقدار
ہاں ہاں شاید وہ اسی لئے
ہم سے پہلے ... ہم سے آگے
پُل صراط کو پار کر گئے ہیں
اور فردوسِ بریں میں داخل ہو پائے
ہمارے گناہوں کا کفارہ باقی ہے
ہاں شاید اسی لئے
وہ ہم کو پہچان نہ سکے
پھر بھی ان کا قصور نہیں
یہ عالم ہی ایسا نرالا ہوتا ہے

جہاں پہچان نہ سکے باپ
اپنے بیٹے کو کام نہ دے سکے کوئی کسی کو
ہم یہی سوچ رہے تھے
کہ ابھی ہمارے گناہوں کا
کفارہ نہیں ہوا ہے
اتنے میں ادھر سے
گرد و غبار سے اٹھا
ادھر کھلبلی سی مچ گئی
کچھ ہلچل سی پیدا ہو گئی
اور اک خطرناک سیاسی بحران پیدا ہوا
جگہ جگہ پولیس کے پہرے لگ گئے
پولیس کے ساتھ ملٹری پھیل گئی
اور گولیاں چلنے لگیں
پھر بھی ہم کشمیر کے عوام
اٹھ کھڑے ہوئے
میدان میں کود پڑے
کڑکتی بجلیوں کی طرح

گرجتے بادلوں کی طرح
اور آندھیوں کی طرح
برین گنوں اور مشین گنوں کے مقابلے میں
جانے کتنا خون خرابہ ہوا
اور ہم سے ہمارے کتنے دوست
کتنے رفیق، کتنے بچے، کتنے باپ،
گولیوں کے شکار ہوئے
کچھ فرار ہوئے
کچھ گرفتار ہوئے
جانے یہ کیا ہوا؟ اور کیوں ہوا؟
ہم کیوں لڑے؟ ہم کیوں مرے؟
یہ ہمیں خبر نہیں
لڑنا ہماری عادت ہے
مرنا ہم نے سیکھا تھا
جینا ہم نہ جانتے تھے

○

دھوپ کی گرمی بڑھ رہی تھی!

ہم تو درختوں کے سائے میں تھک کر گئے تھے
جب عام معافی کا اعلان ہوا
ایک فرمان جاری ہوا
کھانے کو کھانا ملے گا
پینے کو پانی بھی ملے گا
مل جائینگے کچھ اور بھی کام
ہم کشمیر کے عوام
انتظار کی گھڑیاں گنتے رہے
یا دل کی دھڑکنیں سنتے رہے
اور گنتے رہے ہم دن اور رات
ایک رات ایسی بھی رات آئی
الاماں جو اتنی تاریک تھی
جو بحرِ ظلمات سے سیاہ اور لمبی تھی
ہاں جس اندھیری رات میں
ڈاکوؤں نے بستیوں میں ڈیرے ڈال دئے
چوروں نے جھونپڑیوں میں اپنے گھر بسا لئے
رہزنوں نے دولت کے انبار لٹا دئے

شرافت کا ستیاناس ہوا
عصمت کا بیڑہ پار ہوا
کتنی کالی بلائیں آئیں
سروں پر اُلّو بولنے لگے
خجالت اپنی برہنگی پر ماتم کر رہی تھی
ذلالت جب ہچکیاں لے لے کر مر رہی تھی

○

آخرش یہ شب تاریک بھی
جب ختم ہو رہی تھی
جب صبح کا آغاز ہو رہا تھا۔
افقِ مشرق پر جب صبح کا
ستارہ نمودار ہو رہا تھا
سپیدۂ صبح جب دُلھن کی نیند سے
بیدار ہو رہا تھا
جب اک نئے شہسوار کی آمد آمد تھی
اندھیری رات جب
چمکتے ہوئے تاروں کو

کفن پہنا رہی تھی
ہاں جب چودھویں چاند پر
گرہن کے ہلے پڑ رہے تھے
اور چاند کوہِ مغرب سے
ہمکنار ہو رہا تھا
ہوائیں صبح کی جب
شبِ غم کو الوداع کہہ رہی تھیں
پرندے آمدِ صبح کے ترانے گا رہے تھے
اور اپنے گھونسلوں سے
پرواز کا آغاز کر رہے تھے

○

ادھر تصویر کے دوسرے پہلو میں
خون آلودہ کپڑے پہن کر
ڈاکوؤں اور لیٹروں کے
کچھ سالار اور سرغنے
بدمعاشوں کے سرپرست
ایک تابوت کی تلاش کر رہے تھے

شاید کسی جنازے کی تیاری ہو رہی تھی
اتنے میں اُدھر سے
ایک خوشباش شخص
اک خوش اطوار آدمی
اک سنجیدہ فکر رہنما
اک روشن دماغ انسان
جس کی جبین سے سچائی اور نیکیوں کے
آثار چمک رہے تھے
جس کے لب و لہجے میں
غور و فکر کے آثار دکھائی دے رہے تھے
جس کے چہرے سے
نہ عادہ وفائی کا نور چمک رہا تھا
اور جس کی آنکھوں میں تیز روشنی تھی
جو بظاہر ایک ڈاکٹر معلوم ہوتا تھا
یا کوئی طبیب راز دان
شاید جو دوست تھا ہمارا
دیرینہ وقتوں کا

جو ہم سبوں کو جانتا تھا
اور ہمارے امراض و قصور کو
جیسے ہم نہ پہچانتے تھے
یہ وہی شخص تھا
جو اپنے مخصوص انداز میں
جلد جلد قدم اٹھا رہا تھا
اور ہماری طرف آ کے
ہم سے کہہ رہا تھا
اٹھو اے خواب غفلت میں پڑے رہنے والو
اٹھو اور دیکھو
کہ یہاں یہ ہونا کیسا ہے
یہاں مرتا کون ہے
اور یہ مجروح لاش ہے کس کی ؟
کہ جس کے جنازے کی تیاری ہو رہی ہے
دیکھو دیکھو اور آنکھیں کھول کر دیکھو
کون ہیں یہ
کہ جنہوں نے اپنے ہاتھ رنگے ہیں خون سے

اور روندی جارہی ہے جن کے پاؤں تلے
آزادی کی لاش
جمہوریت کی لاش
ہاں میں نے لاکھوں کوششیں کیں
اور ہزار جتن
مرتی ہوئی جمہوریت کو بچانے کے لئے
کھوئی ہوئی آزادی کو پھر سے پانے کے لئے
مگر ناکام رہا
اسلئے اب تمہیں پکارتا ہوں
اٹھو اٹھو اب اور میرا ہاتھ بٹاؤ
جاگو اے خواب غفلت میں پڑے رہنے والو جاگو
جاگو اے ظلم و جہالت میں پڑے رہنے والو جاگو
اور یہ جاگو جاگو کی آواز
گونج اٹھی ... دور دور تک چلی گئی
پہاڑوں اور کوہساروں سے ٹکرا گئی
وادیوں اور صحراؤں میں شور مچ گیا
جاگو جاگو کی اس گونجتی ہوئی آواز سے

تہلکہ سا مچ گیا
زلزلہ سا ہوا
اور ہم بیدار ہو گئے
ہماری آنکھ کھل گئی
خواب ختم ہوا
ہم نے جب آنکھیں کھولیں
خواب کی تعبیر ہو بہو دیکھی
برابر پائی
حقیقت یہ قرار واقعی ہے
کہ ہم کشمیر کے عوام
سالہا سال کی جد و جہد کے بعد
جہادِ پیہم کی قربانیوں کے بعد
دار و رسن کی آزمائشوں کے بعد
قید و بند کی سختیوں کے بعد
پیاسا کشمیر کے
اُس تنگ و تاریک عالم کے عالم میں پہنچے ہیں
کہ جہاں انسانیت

اپنی حماقتوں پر ماتم کر رہی ہے
اور زندگی جہاں
ذلالتوں پر ملامت کرتی ہے
الاماں جہاں شیطان بھی پناہ مانگے
ابلیس مزید بھی جہاں کانپ اٹھے
بے ضابطگیاں جہاں عام ہیں
بدعنوانیاں جہاں عام
جہاں رشوت ستانی کا دور دورہ ہے
غنڈہ گردی کا جہاں زور و شور
جہاں جمہوریت کی تمام راہوں پر
دہشت پسندوں کے پہرے ہیں
جہاں آزادی کی تمام گذرگاہوں پر
ڈاکوؤں اور لٹیروں کے ڈیرے ہیں
جہاں حکومت کے تمام شعبوں پر
اسپیشل اسٹاف کے گھیرے ہیں
جہاں امن و امان کی دھرتی پر
بدنام "پلیس برگیڈ" کے پہرے ہیں

کون ہیں یہ امن کے انوکھے رکھوالے
تمام بدامنی کے اصل اسباب
ہیں برگیڈ کی یہ تنظیم
سرکاری پالتو غنڈوں کی تنظیم ہے
جس جماعت کو سپیشل پولیس بھی کہا جاتا ہے
جس کی نہ کوئی وردی ہے
جس کا نہ کوئی افسر ہے
ہاں اسکے چلانے والے ہیں
سرکاری "نیشنل کانفرنس" کے
دھرتے کرتے لوگ
اسمیں کون ہیں؟
وطن کے بدنام سارق
"ٹمراللہ" کے چوٹے یار
جنکے اخلاق کا پرتا ہے
پولیس تھانوں میں سب درج ہیں
کیوں ہم ان کے نام گنوائیں
کیوں ہم ان کے کام سنائیں

پولیس ہماری شاہد ہے
امن کے ان محافظوں کا کام
کوئی اگر کہیں سے سر اٹھائے
کوئی اگر ہونٹ سے ہونٹ ہلائے
تو یہی درندے امن کے ان کی خبر لیتے ہیں
اور ناز کرتے ہیں آج کی عوامی سرکار کے سربراہ
فخر کرتے ہیں ہمارے آج کے سرکاری راہنما
سپیشل سٹاف کے ایک افسر پہ
ایک سفاک، قاتل ایک ستمگر پر
کہ جس کے ظلم سے
فاشسٹ قاتلوں کی یاد تازہ ہوتی ہے
کون ہے یہ بدذات؟
اک سیاہ کار ظالم
اک خونخوار قاتل
اک بے رحم جلاد
ہم اس کمبخت کا نام نہیں بتائیں
ہم اس ذلیل کا کام نہیں سنائیں

تاریخ ہماری گواہ ہے
اور شاہد ہیں ہمارے
آسمان کے یہ سب چاند اور ستارے
اور گواہ ہیں جور و جبر کی
وہ تمام خونیں داستانیں
جو خاموش ہیں پر وہ راز ہیں
آہنی دیواروں کے پیچھے
اور گواہ ہیں خود ان کی سیاہ کاریوں کے
تمام وہ سیاہ کارنامے
جو اتنے مشہور ہیں
کہ جتنے آج کے قومی حکمران
جو خود گواہ ہیں اپنی عیاریوں اور مکاریوں کے
ان کی وہ چابک دستیاں
ان کی وہ تمام چالاکیاں
جو ان کی حکومت کی وفاداری کی شکل میں
مفلس و نادار قوم پر بھوت کیطرح سوار ہیں
کون ہیں وہ؟

جو اِن کی حکومت کے طرفدار ہیں
اور انکی نیشنل کانفرنس کے عہدیدار
ان کے اور انکے وزیروں کے اپنے
بھائی بند اور دوست
اپنے ہی نوکر اپنے ہی چاکر
اپنے نزدیک و دور کے رشتہ دار
اپنے بھائی بندوں کے طرفدار
جو کل تک حقیر و نادار تھے
ذلیل و مفلس اور ناچار تھے
یعنی ہماری طرح بیکار تھے
جو آج سینکڑوں کے آقا ہیں
ہزاروں، لاکھوں کیا کروڑوں کے مالک
سینماؤں کے مالک بنکوں کے مالک
لاری موٹر لو ٹر کار
ہیروں جواہروں کے خریدار
رنگین محلات اور سنگین تعمیرات کے مالک
سیم و زر کی کوٹھیوں کے مالک

چور بازاریوں کے .... مالک
اور کالے داموں کے خالق ہیں
حکومت جنکی لونڈی ہے
"ایوان" جنکی میراث
وہی جو آج ٹھیکیدار ہیں
بڑی بڑی فرموں کے

ملوں اور کارخانوں کے
سڑکوں اور پلوں کے
نہروں، ندیوں، تالابوں اور دریاؤں کے
سب ہی چھوٹی بڑی چیزوں کے ٹھیکیدار
بنگ، چرس اور افیون کے ٹھیکیدار
دودھ، گوشت اور درآمد برآمد کے ٹھیکیدار
جنھوں نے ٹھیکیداری کے نام پہ
دولت کے انبار لگائے
اور جنگل کے جنگل کٹائے

وہی جو آج سمجھے جاتے ہیں
قوم کے سچے اور پکے خادم

اور جو مانے جاتے ہیں
کل کے مجاہدینِ حریت
اور آج محبانِ وطن
جن سے بھری پڑی ہے آج کی سرکاری کانفرنس
وہی نیشنل کانفرنس
جو اک دن اک زمانے میں
ہماری قومی سیاسی جماعت تھی
مضبوط اور استوار تنظیم تھی
پیاری اور محبوب تنظیم تھی
جس میں عالم و فاضل علماء تھے
جس میں عاقل و کامل وکلاء تھے
جس میں روشن ضمیر شعراء اور ادباء تھے
جو ان آزادی اور جمہوریت کے سچے علمبردار تھے
پکے مجاہد اور سچے محبانِ وطن
جن میں سے
کچھ تو فرار و منحرف ہوئے
کچھ خود پسندی اور خود پرستی میں بہہ گئے

کچھ فرقہ پرستی کے بہاؤ میں بہہ نکلے
کچھ اقتدار کے نشے میں چور چور ہوئے
اور جن میں سے
کچھ با اصول و باوقار
باشعور و باشعار
جمہوریت کے طرفدار
آزادیٔ وطن کے پیروکار
ہماری طرف لوٹ آئے
یعنی عوامی صفوں میں واپس آئے
جو آج ہمارے ساتھ ہیں
اور ہم جن کے ساتھ ہیں
الغرض نیشنل کانفرنس کی تنظیم
اپنے تمام رہبروں کو کھو بیٹھی
اور تمام عالموں سے ہاتھ دھو بیٹھی
اور کھوکھلی ہو کے رہ گئی
اب یہ تنظیم بے روح بیجان ہے
محض سرکاری یا لٹیرے غنڈوں کی چوکھٹی

جو ہماری اعانت اور تائید سے محروم ہو چکی ہے
ہم نے ایک الگ سیاسی تنظیم بنا ڈالی ہے
جمہوری قومی کانفرنس کی جماعت
ترقی پسند محبانِ وطن کی جماعت
اور ہم کشمیر کے عوام
امن و جمہوریت کے علمبردار
منزل کی طرف آگے بڑھ رہے ہیں
سربکف میدان میں لڑ رہے ہیں
جبر و تشدد اور استبداد کے خلاف
لوٹ ، استحصال اور غارتگری کے خلاف
پیپلز بریگیڈ کی غنڈہ گردی
اور تاناشاہی ہش مش کے خلاف
بے ضابطگیوں اور بدعنوانیوں کے خلاف
چور بازاریوں اور رشوت ستانیوں کے خلاف
تنگ نظری اور فرقہ پرستی کے خلاف
نوکر شاہی رجحان اور کنبہ پروری کے خلاف
اجارہ داری بدعتوں اور اقربا پروری کے خلاف

افلاس بھوک اور بیماری کے خلاف
قحط، بیکاری اور بیروزگاری کے خلاف
ذلالت، جہالت اور غربت کے خلاف
وہم، توہمات اور نفرت کے خلاف
جنگبازوں کی من مانیوں کے خلاف
سامراجی دلالوں کی سازشوں کے خلاف
جاگیری نظام کی زحمتوں اور سرمایہ داری کی
پیدا کردہ لعنتوں کے خلاف
ابھی ہماری لڑائی جاری ہے
اس لئے آج "ہم کشمیر کے عوام"
دنیا کے امن پسندوں کو بلاوا دیتے ہیں
دنیا کے تمام جمہوریت پرستوں کو بلاوا دیتے ہیں
سنو دنیا کے امن پسندو سنو
امن اور نئی زندگی کے معمارو
سازگار زندگی کے صلاح کارو
ادب عالیہ کے قلمکارو
صحافیو اور شاعرو سنو

دنیا کے روشن ضمیر اور روشن دماغ انسانو سنو
ہماری یہ دُکھ بھری کہانی
اک دلدوز جگر سوز کہانی
اور سُنا دو اپنے تمام دوستوں اور کامگاروں کو
صناعوں، کاریگروں اور حیات نو کے فنکاروں کو
کہو کھیتوں کے بہادر کسانوں سے کہو
ملوں کے غیور مزدوروں سے کہو
کہ ہماری بات میں بات ملا دیں
ہمارے ہاتھ سے ہاتھ ملا دیں
اور ملا دو تم بھی، آواز اپنی
ہماری آواز میں ملا دو
اور ملا دو ہمارے ساز سے اپنا ساز ملا دو
جو ساز بج رہا ہے آج یہاں اور وہاں
دنیا کے کونے کونے میں
صدائیں جس کی
مصر و عراق کی وادیوں میں گونج اٹھیں
نوائیں جس کی

تمام زمین کے کوہساروں میں بجنے لگیں
آشنا ہو رہے ہیں آج جس سے
دست مراکش، الجزائر اور تیونیشیا
اور واقف ہو چکی ہیں آج، جس سے
انگلیاں ویت نام، کوریا اور کیوبا کی
اور متاثر ہو رہے ہیں جس کی لذت سے
یورپ اور امریکہ کے بنی آدم
مسحور ہو رہے ہیں آج جس کے ترنم سے
افریقہ کے گھمبیر جنگل اور عرب کے ریگزار
ہاں اک ہلکا سا تبسم لئے بیٹھے ہیں
اپنے نرم و نازک لبوں سے
دنیا کے تمام میدان اور کوہسار
دشت و بیابان، صحرا اور آبشار
جو یہی ترانہ چھیڑ دیں
اسی ساز کی آواز پہ
انقلاب کی مضراب سے
اضطراب کی مضراب سے

ہوائیں گیت گائیں گی امن کے
بہاریں رنگ لائینگی امن کے
سنو اے دادئی امن کے مجاہدو
نئی تہذیب و انسانیت کے معمارو
نئی دنیا اور نئی زندگی کو سنوارنے والو سنو
ہم تمہارے ساتھ ہیں
تم ہمارے ساتھ ہو
ہم تمہارے دوست ہیں
تم ہمارے یار ہو
تم جہاں بھی ہو
ہم یہاں کشمیر میں
تم وہاں اور ہم یہاں
ایک ہی مقصد کیلئے لڑ رہے ہیں
ایک ہی منزل سے ہمکنار ہونے کیلئے
اک نئی دنیا بسانے کیلئے
جہاں ہر طرف امن و امان ہو
ہر طرف جہاں خیر و برکت ہو

جہاں ہر سمت انسانیت کا بول بالا ہو
ہر طرف جہاں آدمیت کا راج ہو
اور مل جائیگی واپس جہاں انسان کو
اپنی کھوئی ہوئی ازلی گراں مایہ عظمت
بلند مرتبہ، پاک منزل اور نیک مقام
جو ہمارے حسین خوابوں کی تعبیر ہے
کہ جس کیلئے
ہمارے دل بے تاب ہیں
ماہی بے آب کی طرح
ہمارے دلوں میں اضطراب ہے
اور بطن اضطراب میں اک نیا انقلاب ہے
انقلاب کے تند اور تیز رو قدموں کی رفتار
جس کے لئے برسرپیکار ہے
مجبور و محکوم آدمیت منتظر
مظلوم انسانیت جس کے لئے ہے بیقرار
نظریں آنکھوں کی جس کے لئے ہیں بیقرار

روتی ہوئی آنکھوں کے آنسو
ماؤں کی لوریاں
ہلالِ عید کا انتظار
دُکھی جوانیوں کی آہ و پکار
شوخ نگاہیں، عشق کی پیچ و تابیاں
شبابِ حسن کی بے باک سرمستیاں
گرجتے بادل، کڑکتی بجلیاں
پھوٹنے والے جوالا مکھی پہاڑ
تلاطم، بھونچال، طوفان، آندھیاں
باد و بارانِ بہاراں
آتشیں برق باریاں
میدان، کوہسار، ندی، نالے، دریا، آبشار
چشمے، جھیل، سمندر، سیلاب، برسات، بہار
عصرِ رواں کی شاعری
نغمے، گیت، غزل، ترانے
نظمیں، قصے، کہانیاں، فسانے
چنگ و رباب و بربط

ساز رنگ و ساز منظور
بے قرار ہیں جس کے لئے
مزدوروں کے مضبوط ہاتھ
محنت کشوں کے تیز گام قدم
ان کے دلوں کی دھڑکنیں
ان کے ہاتھوں کے پیارے اوزار
پھاوڑے، کدال بیلچے، دو کاڑے، ہتھوڑے
درانتی، ہل، قلم، قانون اور انصاف
کارخانے، کھیت، کسان، زمین، زمان، آسمان
اور چاند تارے
سب بیقرار ہیں جس کے لئے
اور برسرپیکار ہے جس کیلئے
رفیق براہِ منزل
کاروانِ انقلاب

تم اور ہم
کچھ یہاں کچھ وہاں
ہم تمہاری طرف آ رہے ہیں

اور تم ہماری طرف
آخرش مل ہی جائینگے
امن، جمہوریت، اور
سوشلزم کے عظیم سنگھم پر
ہم تم سے بہت دور
مگر نہایت قریب ہیں
عظیم ہمالیہ کی گود میں
ہندوستان کے شمالی سرے پر
ایشیا کا عین مرکز ایشیا کا ستارہ
ہماری سرزمین، ہمارا وطن ہے
سرزمین کشمیر
اگر فردوس بر روئے زمیں است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است
مناظرِ قدرت سے بھرپور
قدرتی حسن سے دلفریب
معدنی ذخائر سے مالامال
ہمارا حسین و جمیل وطن

بہاروں لالہ زاروں کا وطن

نشاطوں، شالہ ماروں کا وطن

چناروں، سبزہ زاروں کا وطن

گلشنوں اور گلعذاروں کا وطن

ندی، نالوں، جھیلوں، چشموں اور آبشاروں کا وطن

گھنے جنگلوں، سرسبز وادیوں، سربلند کوہساروں کا وطن

رنگین پہاڑوں کا وطن

اور مرغزاروں کا وطن

جو آج ہم ظلم اور بھوک کے ماروں کا وطن ہے

کشمیر جنت بے نظیر

جو اپنے قدرتی حسن کے لیے

ساری دنیا میں مشہور ہے

اور مشہور ہے ہماری مہمان نوازی

ہمارے زرنگار ہاتھوں کی صفائی

ہمارے ہاتھوں کی بنی ہوئی چیزیں

شال، دوشالے، قالین، کمبل اور چادر

سونے کے زیور

چاندی کے برتن
لکڑی کے باریک ساز و سامان
مہین پشمینہ، باریک نقش نگاری
دلفریب و دلکش پیپر ماشی
ہماری زریں مصوّری اور صنعگری
ساری دنیا میں مشہور ہے
ہمارے یہاں سونے کے پتھر ہیں
اور چاندی کے پہاڑ
جڑی بوٹیوں سے بھرے پڑے میدان
ہیروں، جواہروں سے چمکتے کہستان
نیلم کی کانیں، کوئلہ کی کانیں
کتنے اور معدنی ذخیرے
گھنے جنگل اور سرسبز وادیاں
صاف شفاف پانی
چشمے، تالاب، دریا، نہریں، آبشار اور جھیلیں
سونا اگلنے والی زمینیں
مضبوط جسم کسان

ذہین صنّاع، حساس کاریگر
دلنشین فن اور ماہر فنکار
سب ہمارے پاس ہیں
مگر پھر بھی
آج کے نام نہاد عوامی دورِ حکومت میں
سرمایہ دارانہ طرزِ جمہوریت میں
بدانتظامی ہے اور بے یقینی ہے
بدنظمی ہے اور بے چینی ہے
آج کشمیر میں بھوک اور بیماری ہے
آج کشمیر میں بیکاری ہے بیروزگاری ہے
افلاس ہے، عسرت ہے اور ناداری ہے
رشوت، استحصال اور تشدد جاری ہے
آج کشمیر میں شدید غذائی بحران ہے
دودھ اور گوشت کا بحران
جو بڑھتا جا رہا ہے مسلسل
کھانے پینے کی چیزیں مفقود ہیں
بالن کی نایابی، تیل نایاب ہیں

پھل پھول سبزیاں نایاب ہیں
بد حالی اور پریشانیاں وافر
زندگی مہنگی ہے موت منہ کھولے سرہانے کھڑی ہے
قحط کے بھوت ہلنے ہے ہیں اپنے خونخوار دانت کھول کر
طاعون اور وبا کے زشت صورت دیو
اپنے جبڑ اور ناخن دار پنجے کھول رہے ہیں
کھیتوں سے بھوک اُگلتی ہے
نہروں سے تشنگی اور پیاس
گلی کوچوں سے پھوٹتا ہے طاعون
کارگاہوں سے چھٹی اور بیکاری
بازاروں سے مہنگائی
گھروں سے افلاس
اور قانون سے
خامشی . سستی اور طرفداری
دفتروں سے
رشوت ، طوالت اور جانبداری
اپنی سرمایہ پرست حکومت سے

کنبہ پروری اور اقربا پروری
ریاکاری اور اجارہ داری
نااہلیت اور نا قابلیت
بیان بازیاں، دکھاوے کی منصوبہ سازیاں
شہروں سے نالہ و فغاں
دیہاتوں سے آہ و زاری
دلوں سے ناراضگی، زبانوں سے حکام کو بد دعائیں
سنو ہند کی سیکولر جمہوریت کے رہبرو
سنتے رہو ...... ذرا غور سے سنو
اپنی کھدر پوش سرمایہ دارانہ روش کی کہانی
جنہیں ہم سوچنے کی دعوت دیتے ہیں
جو ہماری طرح مبتلائے مصیبت ہیں
سرمایہ داروں کے چھانسے ہیں
فرقہ وارانہ سیاست کے نرغے ہیں
جو دھرم اور مذہب کے نام پر
گٹھ بندیوں میں تقسیم ہیں
جنہیں زمینداروں کے دلال

آپس میں لڑاتے ہیں
کشت و خون کراتے ہیں
اور جو سمجھنے سے قاصر ہیں ابھی یہ کیا کریں

ستیہ وادی امن کے علمبردارو
حقیقی آزادی اور سچی جمہوریت کے پرستارو
سائنٹفک سوشلزم کے مجاہد صلاح کارو
نئی تہذیب کے معمارو
حیات نو کے طرفدارو
تم بھی سنو اور سناؤ
ارض ہند کے سیکولر رہبروں کو
نقلی اور جمہوری سوشلزم کے مسخروں کو
بتاؤ، دکھاؤ اور سمجھاؤ
انہیں ان کی نحوستوں کے بھید بھاؤ
دکھاؤ، یاد دلاؤ، ساتھ اٹھاؤ
پہلے انہیں سارے ہند میں گھماؤ
پھر ہمارے یہاں بھی تشریف لاؤ
آجاؤ، ہمارے ہاں آجاؤ
ہماری دعوت کو قبول فرماؤ
کہ بے تاب ہیں دل ہمارے
تمہارے درشن کے لئے

اور سبز مخملوں کے فرش بچھائے ہیں تمہارے لئے
ہمارے پہلگام نے
سجا کے رکھے ہیں اپنی گلپوش پہاڑیوں کو
ہماری گلمرگ نے
ہاں چشم براہ دیکھ رہے ہیں تمہیں
ہمارے ویری ناگ، اچھابل اور امرناتھ
اور انتظار کر رہے ہیں تمہیں
ہمارے اہرہ بل، کوکر ناگ، اور کونسر ناگ
آ جاؤ ہمارے ہاں آ جاؤ
موسم بہار میں ہی آ جاؤ
جون، جولائی کے مہینوں میں ضرور آ جاؤ
سیر و سیاحت کے لئے ہی آؤ
اور دیکھ جاؤ
ہمارے گھروں کے حالات
شہروں اور گاؤں کے حالات
بھوک مریوں اور فاقہ کشیوں کے حالات
مزدوروں، کسانوں، محنت کشوں کے حالات
دستکاروں، کاریگروں اور دستکاروں کے حالات
نانبائیوں اور چماروں کے حالات
صنعت و حرفت اور تجارت کے حالات
زراعت اور ہماری پوری معیشت کے حالات

اور دیکھتے جاؤ
ہمارے یہاں کے
پنجسالہ منصوبوں کی ناکامیوں کا برا حال
نہریں کہاں ہیں؟ پانی کہاں؟
سڑکیں کہاں ہیں؟ پل کہاں؟
چونا کتنا ہے، گارا کیسا؟
اینٹیں کتنی اور لکڑی کیسی؟
کام بنا تھا کب اور بگڑا کب؟
کام تھا کتنا؟ ٹھیکہ کتنا
کیا آئی لاگت؟ اور کیا ہوئی بچت
ٹھیکیدار کون ہیں؟ انجینئر کون؟
اور یہ بھی دیکھ لو
کہاں ہیں سیلاب کی تباہیاں؟
دیا گیا ہے امداد کہاں اور کس کو؟
کون تھے مستحق کہ یا بٹو فرضیوں کے؟
دی گئی ہیں رقوم کن کھڈ پنچوں کو؟
کتنے ہزار فٹ کے لکڑی کے ٹھیکے ہیں؟
کاٹے گئے ہیں کتنے لاکھ فٹ جنگلوں سے
اور خبر لو سرکاری محکموں سے
فرضی بلوں کے ذریعہ (ٹھیکیداروں) کے وارداتوں سے
خصوصاً پٹیالہ کو پہنچو اور آبپاشی کے محکموں سے

پبلک ورکس، جنگلات اور منصوبہ ساز محکموں سے
اور دیکھ لو
عدل و انصاف کی نام نہاد بارگاہیں
پورے کا پورا انتظامیہ کے تمام ادارے
جہاں ہر شاخِ گل پر الو بیٹھے ہیں
جہاں سستی کاہلی اور طوالت کا راج ہے
جس میں مفلوج اور بد دیانت نوکر شاہی براجمان ہے
رشوت خوری کی مریض انتظامیہ
دھاندلیوں کی عادی انتظامیہ
جو ہماری پوری زندگی پر محیط ہے
اور انصاف و انسانیت پر وبال گردن
نام نہاد محکمہ انسداد رشوت ستانی
برائے رشوت ستانی بھی موجود ہے
اور ہاں پوچھ لو
ہمارے یہاں میر چودھریوں سے
سیکولر جمہوریت کے دعویداروں سے
مہندر کے زر خرید وفاداروں سے
کہ وہ کہتے ہیں کیا اور کرتے کیا؟
حکومت کہاں ہے اور محکمے کہاں؟
رہبر کہاں ہیں اور عوام کہاں؟

حاکم کون ہیں، اور محکوم کون؟
ظالم کون ہیں اور مظلوم کون؟
اس لئے قبول فرماؤ ہماری دعوت کو
ہاں قبول فرماؤ
ہمارے ہاں ضرور آ جاؤ
اور دیکھ کے جاؤ
ہم کشمیر کے گناہ گاروں کی حالت زار
ہمالیہ کے فرزندوں کی حالت زار
دیکھ جاؤ اور رحم کھاؤ
اور ہمارے حال پر آنسو بہاؤ!
آ جاؤ ہمارے ہاں آ جاؤ
تم جہاں بھی ہو
ہم یہاں ہمالیہ کی گود میں
پامیر اور قراقرم کے اس طرف
ہندوستان کے شمالی سرے پر
ہماری پشت پر ارض روس ہے
کاروان انقلاب کا اولین سوویت نظام
ہمارے سامنے جاگتا ابھرتا ہوا
عظیم ہندوستان ہے
دائیں پہلو میں سرخ چین

دائیں پہلو میں مجبور افغانستان
اور سامراجی پھندے میں لٹکتا ہوا
پاکستان ہے
جو پاکستان ہماری سرزمین کے ایک تہائی حصے پہ
قابض ہو چکا ہے
جس پاکستان کے ارباب بست و کشاد
نوابی شان کے جاگیرشاہی حکام
سامراجیوں کی شہ پہ
مذہب کے نام پہ
ہمارے پیچھے پڑ گئے ہیں
تاکہ ہماری سرزمین کو اپنی تاختگاہ بنائیں
اور اپنے سامراجی آقاؤں کی ہوس رانیوں کا
اکھاڑہ بنائیں
مگر کشمیر کے عوام
واقف ہیں اور ہوشیار ہیں
سامراجی ریشہ دوانیوں سے خبردار ہیں
ممکن ہے کہ اس سرزمین کے اندر بھی
کوئی دو شخص یا کچھ وہ لوگ
جو ہم سے کٹ گئے ہیں
ہم جن سے چھین گئے ہیں
جو بہہ گئے ہیں بک گئے

خود پسندی کی ناؤ میں
خود پرستی کے بہاؤ میں
موقع پرستی کی رَو میں
فرقہ پرستی کے سمندر میں
کوئی نیا ترانہ چھیڑ رہا
کوئی نیا گیت گا رہا
یا دین و دھرم کا ڈھونگ رچا رہا
اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر سے پانے کیلئے
اپنے کئے گئے جرم و قصور کو چھپانے کے لئے
کوئی بھی غلط نعرہ لگا رہا
مگر ہم کشمیر کے عوام
واقف ہیں۔ محرم ہیں۔ خبردار اور ہوشیار
بھولے ہوئے دوستوں کی
بھٹکے ہوئے رہبروں کی
سیاسی شعبدہ بازیوں سے
مکر و فریب کی دھوکہ بازیوں سے
اور ہم کشمیر کے عوام
لداخ اور جموں کے عوام
جہاں دنیا کے امن پسندوں کو بلاوا دیتے ہیں
وہاں اس کے ساتھ ہی ساتھ
جنگ آزادی کشمیر کے

تمام مجاہدین حریت کو بلوا دیتے ہیں
بھولے بھٹکے ہوئے رہبروں کو بلوا دیتے ہیں
تمام بچھڑے ہوئے فرزندان وطن کو بلوا دیتے ہیں
کہ وہ بھی عوامی صفوں میں آئیں
اور ہمارے ہاتھ سے ہاتھ ملائیں
یعنی ہماری صحیح سیاست اپنائیں
کہ جس میں ملک اور وطن کی بہبود ہے
اور قوم کی فلاح
واقعی ہم کشمیر کے عوام
ایک بار پھر
اپنے کھوئے ہوئے دوستوں کو دعوت دیتے ہیں
کہ آ جاؤ ہماری صفوں میں آ جاؤ
ہمارے ہاتھ سے ہاتھ ملاؤ
ہماری بات میں بات ملاؤ
اور پھر ہمارے روٹھے ہوئے
پیار اور محبت کو پھر منواؤ
ہاں ایک بار پھر ہمارے دلوں میں گھر بساؤ
آ جاؤ ہنستے ہنستے آ جاؤ
اور گہری نظر سے بغور دیکھتے جاؤ
بدلی ہوئی دنیا کا تغیر
کاروان اس کی بے پناہ کامیابی

نئے ایشیاء کی انقلابی پیش قدمی
ذرا دیکھ بھی لو اپنی آنکھیں کھول کر
دنیا کی تیز رفتار تبدیلی۔ انقلابی تحارت کے ابھار
اور سنبھل جاؤ اسی روشنی میں
ہاں سنبھل جاؤ
اور اٹھو سنبھل سنبھل کے چلو
پھر آگے بڑھو
وطن کی منتشر وحدت کو سنوارنے والو
قوم کی بکھری ہوئی عظمت کو سنوارنے والو
آجاؤ ہمارے دوستو ہمارے ساتھیو چلے آؤ
نیا کشمیر کے راستہ پر پھر آجاؤ
اک نئے انقلاب کی سڑک پر
اپنے قدم اٹھاؤ
امن، جمہوریت اور سوشلزم کے لئے
مضبوط مورچے بناؤ
انقلابی صفیں جماؤ
اور یہاں انقلاب عالم کے بہاؤ پر
اپنی قومی عظمت کو
چار چاند لگاؤ
اور بہتے جاؤ
امن، آزادی، ترقی اور اتحاد

زندہ باد
آزاد ایشیا زندہ باد
نیا ہندوستان زندہ باد
سوشلسٹ دنیا زندہ باد
نیا کشمیر پائندہ باد

اکتوبر ۱۹۵۵ء

بیمار ہوں درد دل کا، ہو کہ کچھ دوا بھی ہے اس کی
درد جو میرے دیوانہ وار عشق کی طرح دوامی ہے
کہتے ہیں یہ حکیم و ڈاکٹر مجھے کہ بس اب آرام کرو
پھر یہ آرام بھی میرے آرام کے لئے اک بے آرامی ہے

O

حکیم و دانائے دہر بھی تو کہتے ہیں کچھ حکیم و مفکر بھی مجھے
پر مریض عشق بے قصور و مرض کا اسیر بھی تو میں ہی ہوں
غریب ہوں میں بالکل مفلس و نادار و حقیر مگر
فضل و کمال علم و آگہی کا امیر کبیر بھی تو میں ہی ہوں

فرصت کہاں

میرے صحن کے پیارے پلے
ننھے منے جیسے معصوم اور حسین پلے
مجھے تم سے ضرور پیار ہے
جس طرح ہزاروں انسانی ننھے منوں کے ساتھ
مجھے ایک تحقیق پیاری ہے
جو مجھ سے کھیلنا چاہتے ہیں

تمہاری طرح
بالکل اسی طرح
میں بھی چاہتا ہوں
کہ تمہیں پیار کروں
گود میں اٹھاؤں
کچھ تمہیں سکھاؤں
یا پھر تم سے کچھ سیکھ جاؤں
اور ایک دم کے لئے اپنے مغموم دل کو بہلاؤ
ذرا خوشی مناؤں
یا زیر لب ہی مسکراؤں
پر مجھے وہ فرصت ہے کہاں؟

مئی ۸، ۱۹ء

کھیت کا محافظ کسان

دشت و بیابان و کوہستان کے اس طرف
اس صحرائی ریگستان کی تپتی ریت میں
بے آب و گیاہ کی سنگلاخ دھرتی پر
ایک صبر آزما کوہکن نے
اپنے فولادی پنجوں سے
گمانِ حیات نو سے
ایک چھوٹے سے کھیت کو جوت لیا
جس میں ایک حیات آفریں بیج بو دیا
فصل جو اُگ آئی ہے ابھی
نامکمل اور ناتمام
مگر آدم کے حریف ازلی ابلیس کو
عقبہ ہوا ناگوار گذرا
جو اس کھیت کے ہر شاخِ گل کے نیچے
بدبخت چوہے کی طرح
زمین کھود رہا ہے
اس صحرائی کھیت کو اجاڑنے کے لیے
جس کا نگہبان، مالک اور محافظ
ایک شریف و غیور باغبان
ایک عظیم کسان ہے

غدار

تم جو ٹھہرے ہو مشہور و معروف
رہزن — یا عرف خاص ہیں
راہبر یا رہنما
زمانِ زرگری کے نامور حکماء و علماء
خادمِ شکم، پیشہ ور شعراء، شاد یا
خوامخواہ کی شہرتوں کے طلب گار
حرص و ہوس اور لالچ کے پرستار

تم سب غدار ہو
سخت سزاؤں کے مستحق
وہی جو سناتا ہوں میں تمہیں
موت اور اجل کا پیغام
تم کہو گے — کہ کون ہو تم؟
تمہارے پاس طاقت اور قدرت کیا ہے؟
میں کہتا ہوں کہ میں ہوں
تم سبوں کے لئے موت کا پیغام
فرشتۂ اجل، زہر کا آخری جام — تم سبوں کے لئے
موت کا دیوتا

نئی زندگی کے لئے ایک نیا پیام
عدل و انصاف کی ایک نئی بارگاہ

مسیح کی وصیت

میں کھل اٹھا ہوں کئی بار
آدم کی اسی دھرتی پر
کبھی ریگزاروں، کبھی بیابانوں میں
کہیں نخلستانوں، کہیں گلستانوں میں
میں کھل اٹھا ہوں پھول کی طرح
اپنا رنگ و بو لیے
شباب و سرمستی سے سرشار ہو کر
میں تیز ہواؤں سے کھیلا
اور کھیلتے کھیلتے تھک گیا
یا ہار گیا — اور خزاں رسیدہ تھا
پھر ماں کو پکارا
اس نے اپنی بانہیں کھول دیں
میں اسی کی طرف دوڑ گیا
اور ماں کی گود میں
ایک دم کے لئے
آرام کی نیند سو گیا
کچھ دنوں کے لئے زمستان نے دھرتی کو گھیر لیا
پھر بہار آئی
میں جاگ اٹھا

میں نے آنکھیں کھولیں
اور رو پڑا۔ پھر آنسو بہالئے
اپنی ادھوری نیند پر
اتنے میں بے ساختہ ہو کر ہنس پڑا
اپنے پیچ در پیچ پیہم اور مسلسل سفر پر
گردشِ دوراں کے اس اتھاہ سفر پر
جب میں پھر کھل اٹھا پھول کی طرح
ایک نیا رنگ و بو اور برگ و بار لیکر
میں نکلا پھر سے اپنی ذمہ داریوں کو
سنبھالا نبھانے کے لئے
جو ابھی بھی ادھوری ہیں
مگر میں پھر بھی رک گیا
اب میں اپنے امی پیرہن میں اپنا منہ چھپاؤں
ذرا ایک دم کے لئے آرام کروں
اس کے بعد پھر جاگ اٹھوں
بہت جلد۔ اپنے گرانبار منصب کو
سنبھالنے اور نبھانے کے لئے

جون ۱۹۷۵ء

میری سو

ایک سال
دس سال
یا چوبیس سال تک
میں واپس آ جاؤں گا

یا — اپنے میں جا کر
پھر واپس آ جاؤں گا
لیکن تمہیں یہ بھی معلوم نہیں
کہ میرے سال کے کتنے برس
اور تمہارے برس کے کتنے دن
بیت گئے — اور ہونے ہیں
اس لئے اب تم سب بیٹھو
اور میری سنو

جون ۱۹۷۵ء

قہر اور عذاب

میں کئی بار تمہاری طرف آیا
کئی طرح سے تمہیں پڑھایا
تمہارے ضمیر کو جگایا
تمہارے ایمان کو آزمایا
مگر تمہیں ہرایا
ابلیس نے بہکایا
نفاق پیدا کیا آپس میں لڑایا
میں دیکھتا ہی رہا
اس معرکہ کے میدان میں
تم نے مجھے پہچانا ہی نہیں
اور میں رک گیا
اسلئے کہ تمہارے اوپر
قہر اور عذاب
نازل نہ ہو جائے

جون ۱۹۷۵ء